اردو زبان کا پہلا افسانہ جو تحلیل نفسی کے

اصول پر لکھا گیا ہے

مصنفہ

مولانا نیاز فتح پوری

جسکو

دفتر نگار بھوپال نے شائع کیا

طبع اول ۱۰۰۰ قیمت : عہ علاوہ محصول

نگار بک ایجنسی

سبیل الجنان - بیگم صاحبہ بھوپال کی مذہبی و عالمانہ تقریروں کا بے مثل مجموعہ خواتین کے لئے عجیب و غریب نعمت ہے ۱عہ

سیرت مصطفےٰ - سیرت رسول کے متعلق بے مثل کتاب نہایت مستند روپیہ - عہ

عفت المسلمات - پردہ کے مسئلہ پر اس سے بہتر کتاب اسوقت تک شائع نہیں ہوئی جسمیں مشرق و مغرب کے تمام علماء کے آراء کا نچوڑ ہے - عہ

اخلاقی سلسلہ - اسمیں اکابر و بزرگان اسلام کے تاریخی واقعات یکجا کرکے مکمل درس اخلاق دیا گیا ہے بچوں عورتوں اور مردوں کے مطالعہ کے لئے بے مثل مجموعہ قیمت ہر چہار حصہ حسب ترتیب ۸/ ۱۲/ ۱۲/ ۱۲/

مہذب زندگی - اخلاقی سلسلہ کا پانچواں حصہ عہ

تندرستی - اس کتاب کا بھی ہر گھر میں رہنا ضروری ہے - عہ

درس حیات - اخلاق و آداب کے پیرایہ میں فزیالوجی کے تمام ضروری مسائل معہ مستند دیکھا دیر حصہ اول سے حصہ دوم ہے عہ

معیشت و معاشرت - یہ دونوں کتابیں اس پایہ کی ہیں کہ اگر عورتیں انکا مطالعہ کریں تو بھی امور خانہ داری کے متعلق کوئی بات اُن سے فروگذاشت نہیں ہو سکتی بے مثل کتاب ہے اور ہر گھر کے لئے ضروری ہے - عہ آر

تہذیب نسواں - یہ کتاب بھی امور خانہ داری کے متعلق ہے اور نواب شاہجہاں بیگم خلد مکاں کی بہترین تصنیف خیال کیجاتی ہے - عہ

بچوں کی پرورش - اس کتاب کی خوبی و اہمیت نام ہی سے ظاہر ہے اسمیں اسمضامین ہیں بچوں کے متعلق ابتدائے حمل سے لیکر انکی نشو و نما تک کے حالات، امراض اور علاج وغیرہ نہایت خوبی سے ظاہر کئے ہیں عہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہاب کی سرگزشت

شہاب، یوں تو اپنی کالج کی زندگی میں بھی اک اچھا دل و دماغ رکھنے والا نوجوان مشہور تھا لیکن اس کے نازک و نحیف جسم سے ایسا نازک و نحیف جسم کہ جب وہ دارالاقامہ میں شال اوڑھ کر لیٹ جاتا تو کبھی یقین کرنے کو جی نہ چاہتا کہ یہ کوئی لڑکی نہیں ہے، کسی کو یہ توقع نہ ہو سکتی تھی کہ وہ اک ایسے مستقل و مضبوط دماغ کی پرورش کر رہا ہے جو مستقبل قریب میں زمانہ کو متحیر و مبہوت بنا دینے والا ہے۔

وہ اسکی ہر دل میں گھر کرنے والی ادائیں، وہ اسکی خودداریاں جنہوں نے اس کے اندر خدا جانے کتنی رعنائیاں پیدا کر دی تھیں، اب بھی افسانہ ہیں، اور لفظ شہاب کا مفہوم ہی متانت و سنجیدگی، خودداری و رعنائی، ذہانت و تہذیب قرار دیا گیا تھا۔ وہ بات کرتا تو صاف صاف ایک لفظ علیحدہ علیحدہ اور کوشش کرتا کہ نہایت مختصر جملہ اس کے معنی ادا کر سکے، اور اسمیں اسے اس حد تک اصرار تھا کہ بسا اوقات لوگوں کو اسکی گفتگو سمجھنا مشکل ہو جاتا تھا۔

وہ فطرتاً فلسفی تھا لیکن اسی کے ساتھ ایسا پاکیزہ مذاق ادب اپنے اندر رکھتا تھا کہ کسی طرح یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہ اس شخص سے جو صرف علمی آدمی بن سکتا ہے، اسقدر نزاکت خیال و لطافت ذوق کا اظہار کیونکر ممکن ہے، وہ کسی دولتمند باپ کا بیٹا نہ تھا، لیکن اس میں ایک شاہانہ استغنا رکھتا، ایک ایسا بے نیازانہ انداز تھا جسکو دیکھ کر اکثر یہی لوگ سمجھتے تھے کہ شاید

وہ بے انتہا دولت کا مالک ہے، ہمیشہ ایسا ہوا کہ اپنے احباب کے حقوق اُس نے فوقیت پیدا کئے اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ اپنے حقوق اُس نے دوسروں کے سامنے پیش کیے ہوں۔

جس طرح وہ بڑی سے بڑی مسرت سے غیر متاثر نظر آتا تھا اسی طرح سخت سا سخت رنج بھی اُسکو افسردہ و مضمحل نہ بنا سکتا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے جسم میں اعصاب کے بجائے فولاد کے تار ہیں جن پر کسی چیز کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ لیکن جنہیں اُسکی طبیعت کا اندازہ تھا وہ سمجھ لیتے تھے کہ اسوقت کیسا طوفان مسرت یا کیسا سیلاب غم اُس کے اندر جوش زن ہے، جسے وہ ضبط کیے ہوئے ہے۔

یہ تھا مختصر بیان اسکی سیرت کا جس سے قریب قریب کالج کا ہر طالب علم آگاہ تھا، لیکن جب تکمیل کے بعد اُس نے کالج چھوڑا اور گھر میں مطمئن ہو کر بیٹھا تو اُس کے وہ اندرونی جذبات جن کا پتہ کالج میں مشکل سے چل سکتا تھا، ظاہر ہونے لگے اور اُسکی طبیعت نے ایسا عجیب و غریب انداز اختیار کرنا شروع کیا کہ اُس کے بعض احباب تو سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ یہ کیسا انقلاب ہے اور بعض اظہار تاسف کرتے تھے کہ دیکھیے اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

یوں تو کالج میں بھی مذہب کی طرف سے اسکی بے اعتنائیاں کسی سے پوشیدہ نہ تھیں، لیکن اب تو ساری دنیا کو معلوم ہو گیا تھا کہ یا تو وہ اصول مذہب سے بالکل منحرف ہو جانا چاہتا ہے یا وہ کچھ ایسی تاویلیں کرنا پسند کرتا ہے جسے کوئی مذہبی شخص نہیں سن سکتا۔

(۲)

شہاب زنانخانہ سے باہر نشست گاہ کے ایک صاف ستھرے کمرہ میں، جو دارالمطالعہ ہونے کے علاوہ اُس کی نقاشی و مصوری کے لیے بھی مخصوص ہے، بیٹھا ہوا ہے، اُس کے محبوب ترین مشاغل میں سے نقاشی و مصوری بھی ہے، وہ کالج میں بھی یہی کہا کرتا تھا کہ ایک سنجیدہ شخص کے لیے مطالعۂ کتب و مصوری سے زیادہ مناسب شغل اور کیا ہو سکتا ہے، کیونکہ کتاب سے زیادہ ساکت بات کرنے والا اور صفحۂ تصویر سے زیادہ خاموش مخاطب کوئی

نہیں، اسی وقت اس کا نہایت بے تکلف دوست جو اسی کے ساتھ کالج سے واپس آیا ہے، مسکراتا ہوا اندر آتا ہے۔

شہاب کتاب کو علیحدہ رکھ کر محمود کی صورت دیکھتا ہے اور اسکی نگاہیں کچھ پوچھتی ہیں۔

محمود۔ "میں تم سے کہتے ہوئے ڈرتا ہوں، لیکن مشکل یہ ہے کہ تم سے چھپا بھی نہیں سکتا"

شہاب۔ "چھپانے کی کوشش تو کر سکتے ہو، لیکن مجھ سے چھپ نہیں سکتی"

محمود۔ "تو پھر مجھے خوش نصیب کہو، کیونکہ اس سے زیادہ کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے"

شہاب۔ "لیکن ہر کامیابی خوش نصیبی نہیں ہے"

محمود۔ "مگر یہ تو ہے"

شہاب۔ "شاید"

محمود۔ "کیوں؟"

شہاب۔ "اسلئے کہ یہ کامیابی بھی ناخوش نصیب کامیابیوں میں سے ہے"

محمود۔ "(حیرت سے) یہ کیا کہتے ہو، غضب خدا کا اک عمر کی کوشش کے بعد تو آج یہ مسئلہ میری خواہش کے مطابق طے ہوتا ہے اور تم اسے خوش کامی نہیں سمجھتے۔

شہاب۔ "خوش کامی اسلئے نہیں سمجھتا کہ وہ تمہاری خواہش کے مطابق طے ہوا کاش تم ناکامیاب ہوتے"

محمود۔ "شہاب، خدا کے لئے اپنی محیر العقول گفتگو اور دنیا سے نرالی فلسفہ طرازی اس مسئلہ میں صرف نہ کرو۔ اگر تم میری اس مسرت میں حصہ نہیں لے سکتے تو کم از کم اس مسرت کا یقین تو مجھ سے نہ چھینو ورنہ میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا"

شہاب۔ "خیر اگر فقدان مسرت آپ کے ہاں داخل مسرت ہے تو میں خاموش رہنے کی کوشش کرونگا"

محمود۔ (ذرا برہم ہو کر) "تم اک بات پر قطعی حکم کس آسانی سے لگا دیتے ہو حالانکہ بعض اوقات

تم سمجھتے ہو کہ تم غلطی میں مبتلا ہو"

شہاب (مسکرا کر) "جیسا اسوقت آسانی سے تم نے مجھ پر غلطی میں مبتلا ہو جانے کا حکم لگا دیا، لیکن ہاں یہ صحیح ہے کیونکہ دوسروں کی غلطی ظاہر کرنے کے لیے، بعض اوقات مجھے غلط ہو جانا پڑتا ہے ورنہ ایسی کھلی ہوئی بر خود غلط مسرت محتاج اظہار نہ تھی"

محمود "غضب ہے کہ ایک شخص مسرت کو محسوس کر رہا ہے اور وہی اس کا اظہار کرتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ نہیں غلط ہے، غالباً آپ سے زیادہ وہ اس امر کو سمجھ سکتا ہے، قیاس سے مخالفت کا امکان ہے، لیکن واقعات کی تکذیب کرتے آپ ہی کو دیکھا ہے"

شہاب "اس شخص کی غلطی یہی ہے کہ وہ ایک بات کو واقعہ سمجھتا ہے، حالانکہ وہ واقعہ نہیں بلکہ صرف ظن و تخمین ہے"

محمود "مجھے بتاؤ کہ کیوں تم میری اس مسرت کو واقعہ پر مبنی نہیں سمجھتے اور کیوں نہ میں اسکو واقعہ سمجھوں"

شہاب "دیکھو، ایک صورت واقعہ نہ ہونے کی تو یہ ہے کہ وہ واقعہ نہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو اثر اس کا ہونا چاہیئے وہ نہ ہو بلکہ اس کے خلاف ہو۔ ایک شخص اپنے دوست کی موت پر ہنس رہا ہے اور کہتا ہے کہ کیسی مسرت کی بات ہے، میں اسکو بتاتا ہوں کہ یہ غلطی ہے، وہ کہتا ہے کہ نہیں یہ واقعہ پر مبنی ہے کیا میں اسکو حقیقت سمجھوں۔ محمود، قبل اس کے کہ تم اپنے نکاح کے مسئلہ پر اظہار مسرت کرو۔ غور کر لو کہ تمہاری یہ مسرت کہیں ویسی ہی تو نہیں، جیسی اس دوست کی موت پر ہنسنے والے کی"

محمود "تو کیا دنیا میں جہاں جہاں محفل طرب قائم ہے وہاں بزم عزا قائم ہونا چاہیئے اور نکاح کی ان مسرتوں کو، جسے اخلاق، مذہب، قانون، تمدن، سبھی نے۔ بالاتفاق مسرت سمجھا اور محسوس کیا ہے۔ مصائب و آلام سمجھکر زن و شوہر کو باہم ماتم کرنا چاہیئے اور احباب کو اظہار تعزیت"

شہاب "مجھے دنیا اور اس کے مراسم، مفروضہ اخلاق و مذہب اور اس کے اصول سے بحث

نہیں، میں تو صرف تمہارے متعلق گفتگو کرتا ہوں اور اگر برا نہ مانو تو یقیناً میں اسوقت بجائے مبارکباد کے اظہار تعزیت کرونگا۔ اور تمہاری حالت پر افسوس کہ کسقدر جلد تمہاری لذتیں تم سے چھین لی جانے والی ہیں۔"

محمود: "اگر اس سے مقصود تمہارا یہ ہے کہ میری آزادی سلب ہو جائیگی تو ایک حد تک میں اسکے ماننے کے لیئے تیار ہوں، لیکن اگر اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ نکاح محض نکاح کی حیثیت سے کوئی اچھا فعل نہیں تو میں ہرگز تسلیم کرنے کے لیئے آمادہ نہیں۔"

شہاب: "خیر آزادی کا سوال تو فضول ہے کیونکہ آپ لوگ بدقسمتی سے اسکی لذت سے کبھی آشنا ہی نہیں ہوئے، لیکن میں تو صرف نکاح کے متعلق کہتا ہوں کہ تمھارے لیئے واقعی سخت ناقابل برداشت حادثہ ہے۔"

محمود: "تمہیں معلوم ہے کہ سکینہ کی اور میری پرورش ساتھ ہی ساتھ ہوئی ایک ہی جگہ رہے اور بڑھے، یہاں تک کہ شباب کے سب سے پہلے جذبہ نے پیدا ہو کر میرے اس کے درمیان پردہ کی دیوار حائل کر دی، پھر کالج کی چار سال کی زندگی میں بھی تم اس سے اور وہ مجھ سے غافل نہیں رہی تم جانتے ہوئے اسکی مواصلت کا خیال میری کامیابی کا راز رہا ہے اسکے بعد جو مشکلات حائل ہو گئے اُن سے بھی تم ناواقف نہیں ہو اب خدا خدا کر کے تمام مراحل طے ہو گئے ہیں اور مجھے اطمینان ہوا ہے تو کیا میں اسپر اظہار تاسف کروں کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنی اور اسکی محبتوں کا خون کردوں کیا اُس سے زیادہ میں کسی اور سے محبت کر سکتا ہوں؟"

شہاب: "چونکہ تم اس سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کر سکتے، اسی لیئے اُس سے زیادہ ناموزوں تمھاری بیوی بننے کے لیئے اور کوئی نہیں ہو سکتا، رہا محبتوں کا خون کرنا جس کے خیال سے تم کانپنے لگتے ہو، تو کیا تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں نکاح سے زیادہ کوئی اور ذریعہ محبتوں کے خون کرنے کا ہو سکتا ہے۔؟"

محمود: "یہ تمھارا عجیب وغریب فلسفہ ہے، لوگ آرزوئیں کرتے ہیں کہ محبت کا نتیجہ ازدواج ہو،

اور وہ مواصلت بہت کامیاب سمجھی جاتی ہے، جو محبت پر قائم ہو، آپ فرماتے ہیں کہ یہ آرزو
لغو ہے اور ایسی مواصلت ناکام۔ کم از کم میں تو اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

شہاب: "میں اس سے اختلاف نہیں کرتا کہ لوگ ایسی آرزوئیں نہیں کرتے یا یہ کہ وہ ایسی
مواصلت کو کامیاب نہیں سمجھتے، میں بھی بالکل وہی کہتا ہوں جو تم کہتے ہو کہ محبت کا نتیجہ
ازدواج ہوا جاتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ تم اس نتیجہ کے خیال سے خوش ہوتے ہو اور
میں ناخوش، تم نتیجہ کے معنی لیتے ہو عروج و ارتقاء کے اور میں اس کا مفہوم اختتام و موت
جانتا ہوں، تم نکاح کو محبت کی کامیابی جانتے ہو اور میں اسے محبت کی موت سمجھتا ہوں،

محمود: "کیا نکاح محبت کو زائل کر دیتا ہے؟ کیا جس سے ملنے کی آرزو کی جائے اس سے ملنا
خلاف فطرت ہے؟ کیا مقصد کو حاصل کر لینا ہی نامطبوع چیز خیال کی جاتی ہے، کیا نظام کائنات
حصول مدعا کی جستجو پر قائم نہیں، پھر یہ تمہارا کیا فلسفہ ہے، یہ کیسی رائے ہے، ذرا غور
کرو۔ اس سے زیادہ کھلی ہوئی غلطی اور کیا ہو سکتی ہے۔"

شہاب۔ تم مسئلہ محبت و ازدواج کو دنیا کے اور مسائل میں کیوں شامل کرتے ہو، کون کہہ سکتا
ہے کہ حصول مدعا بری چیز ہے۔ لیکن خاص مسئلہ نکاح میں اور نکاح بھی وہ جو نتیجۂ محبت
قرار دیا جائے، سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ ایک شخص مدعا اس چیز کو قرار دیتا ہے جو حقیقتاً مدعا
نہ ہونا چاہیئے۔ اگر محبت کا نتیجہ صرف نکاح ہونا چاہیئے تو میں کہوں گا کہ آگ
کا کام بجھا لیا؟ [illegible] محمود افسوس ہے کہ تم سا آزاد اور تم سا لطیف الخیال شخص محبت کی ترجمانی نہیں سمجھ سکتا
لوگ محبت کا نام کس آسانی سے لے لیتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کبھی خبر نہیں کہ اس کا نصب العین
کیا ہے، اور اس کا اقتضاء کیا، اگر محبت نام ہے صرف اس جذبۂ شہوانی کا جو چودہ پندرہ
برس کی عمر میں شروع ہو کر پینتیس چالیس برس کی عمر میں فنا ہو جاتا ہے، اگر محبت کا مفہوم تمہارے
ہاں صرف وہ ہیجان عصبی ہے جو نتیجہ ہوتا ہے نشو و نما کی پختگی کا تو تمہیں اپنی محبت کا کامیاب بنانا مبارک، لیکن اگر ایسا
نہیں ہے تو مجھے بہ حیثیت ایک دوست ہونے کے اس نوع کی تباہیوں پر اظہار تاسف

کرنے دو۔ جس طرح تمہیں اپنی محبت پر سوت جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح مجھے اس موت پر ماتم کرنے کا اقتدار۔ جب میں تمہیں شادی کرنے سے نہیں روکتا تو تم میرے غم کرنے پر کیوں بگڑتے ہو۔"

محمود: "میں سمجھتا ہوں کہ محبت نام ہے جذبۂ شوق کا، اور نہ ہیجان عصبی کا، لیکن کیسے معلوم ہو گیا کہ نکاح کا سبب صرف یہی جذبہ اور ہیجان ہو سکتا ہے کیا کسی محبوب کے ساتھ ملکر رہنے کی خواہش کافی وجہ نکاح کے مستحسن سمجھنے کی نہیں ہے، میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر سکینہ میری ہو گئی۔ اور میرے دل سے یہ خلش جاتی رہی کہ وہ کسی دوسرے کی ہو سکتی ہے تو میں دنیا میں کچھ کر سکوں گا، اور اپنی زندگی کے اس نصب العین کو پا لونگا جسے تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔"

شہاب: "خیر اس بحث کو جانے دو شاید میری غلطی ہو۔ ہاں، تو کون سی تاریخ مقرر ہوئی ہے اور کن شرائط کے ساتھ یہ معاملہ طے پایا ہے۔ کم از کم دو دن نکاح سے پہلے مجھے بتا دینا تاکہ میں کہیں باہر چلے جانے کا کوئی معقول بہانہ تلاش کر سکوں۔

محمود: "شہاب خدا کے لیے مجھے پریشان نہ کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ کس قدر شرافت سے میں اپنے اندر کن جذبات کی پرورش کر رہا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بغیر شہاب کے محمود کا نکاح ہو جائے، کیا ہو سکتا ہے کہ میں کوئی ایسی بات کروں جس پر تم راضی نہیں ہو، یوں تو تم اگر حکم دیتے ہو تو میں ہمیشہ کے لیے نکاح کو بہترین چیز کہہ دینے کے لیے آمادہ ہوں، لیکن میرے دل کو مجبور نہ کرو، کہ وہ تمہارا ہم آہنگ ہو جائے۔"

شہاب: "محمود! اگر بجائے تمہارے کوئی دوسرا شخص ہوتا تو میں اس کے ساتھ شاملِ ہو سکتا تھا، لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ میں تمہیں اپنے سامنے برباد دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا اور اس لیے شرکت سے معذور ہوں، رہا سمجھانا، سو یہ بھی میرے اختیار میں نہیں کیونکہ جب بہیمیت انسانیت پر غالب ہو جاتی ہے تو مشکل سے اس کا اثر دور کیا

جا سکتا ہے، ورنہ تم اور محبت کی ایسی توہین کرو، تمھاری صورت دیکھتا ہوں اور حیرت کرتا ہوں۔"

محمود:" اچھا۔ محبت کس جذبۂ انسانی کا نام ہے، کیا محبت کرنے والا یہ نہیں چاہتا کہ اسکا محبوب اُس سے مل جائے اور کیا یہ خواہش غیر فطری خواہش ہے، خدا کے لیئے ذرا مجھے سمجھاؤ تو!"

شہاب:" میرے نزدیک محبت نام ہے ایک بے غرض انہماک، اک خود فراموش محویت کا جو پیدا ہو حسن کو دیکھ کر خواہ وہ حسن ظاہری ہو یا باطنی، واضح ہو یا غیر واضح، زمین میں ہو یا آسمان میں۔ رہا یہ امر کہ محبت کرنے والا محبوب سے مل جانا چاہتا ہے یا نہیں اور یہ خواہش فطری ہے یا غیر فطری اس کے متعلق میں صرف یہ کہتا ہوں کہ وہ شخص جس کی محبت اس بات پر مجبور کرے حقیقتاً محبت نہیں ہے بلکہ وہ اک جذبۂ شہوانی ہے اور اسلیئے غیر فطری نہیں، اگر تم یہ اقرار کرلو کہ سکینہ کے ساتھ تمھاری الفتیں سراسر جذبات شہوانی تھیں تو مجھے کوئی بحث نہیں، تم شوق سے نکاح کرو، لیکن اگر تم اب بھی اسکو حقیقی محبت کہتے ہو تو میں قیامت تک تم دونوں کی مواصلت نہیں دیکھ سکتا، اگر تم کبھی فلسفۂ محبت پر غور کرتے اور اسی کے ساتھ مفہوم لذت کو بھی سمجھ سکتے، تو شاید اسقدر مخالفت نہ کرتے۔"

محمود:" میں یہ تو کبھی نہیں مانونگا کہ سکینہ کے ساتھ میری محبت کسی جذبۂ شہوانی کا نتیجہ ہے کیونکہ اگر سکینہ مجھ سے نہ ملے تو بھی میری محبت کبھی زائل نہیں ہو سکتی، مگر ہاں میں وہ فلسفہ محبت و لذت معلوم کرنا چاہتا ہوں، جس کو تمھارے دماغ نے اختراع کیا ہے۔"

شہاب:" اچھا اب یہ بتاؤ کہ لذتِ محبت کی علت کیا ہے، یعنی محبت محض اسلیئے کہ وہ محبت ہے اک لذیذ شے ہے یا اُسکی لذت کا تعلق کسی اور چیز سے بھی ہے؟"

محمود:" محبت بجائے خود ایک لذت مستقل ہے اور اس کا تعلق صرف اپنے دل اور حیات دل سے ہے؟ اور وہ کسی دوسرے کی محتاج نہیں۔"

شہاب :" اچھا اگر آج اُس لذت کو محبت سے جدا کر لیا جائے (یعنی اگر ایسا ممکن ہو) تو پھر تم کیا کروگے اس محبت کو تسلیم کر کے انفکاک لذت پر حیرت کروگے یا اُس محبت کو محبت تسلیم نہ کروگے "

محمود :" یقیناً میں اس محبت کو محبت نہ کہونگا بلکہ اسکو صرف اک عارضی جذبۂ پسندیدگی کہونگا "

شہاب :" بالکل صحیح، دیکھو پھر اپنے مسلمات سے انکار نہ کردینا، تم تسلیم کرچکے ہو کہ محبت سے لذت جدا نہیں ہوسکتی اور اگر ہوجائے تو محبت نہیں یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ محبت کا مدعی کبھی اس امر کو گوارا نہیں کرسکتا کہ اُسکی لذت اس سے چھین لی جائے، اور اگر گوارا کرے تو اس کا دعوائے محبت وعشق غلط ہے "

محمود :" ہاں، ہاں، میں کیا اک زمانہ اسکو تسلیم کرتا ہے "

شہاب ۔ اب یہ بتاؤ کہ اسوقت تک سکینہ سے تمہاری جدائی تمہارے لیئے باعث اذیت ہے یا باعث لذت ؟ "

محمود ۔ (ذرا غور کر کے) "یقیناً باعث تکلیف ہے "

شہاب :" کبھی اسپر بھی غور کیا ہے کہ یہ تکلیف کیوں ہے اُس کا تعلق محبت سے ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ تکلیف اسی لیئے ہوئی کہ تمھیں اُس سے محبت ہے، اسلیئے یہ ثابت ہوگیا کہ اسوقت تک جتنا زمانہ تم نے فراق سکینہ میں بسر کیا ہے، وہ زمانہ محبت سے خارج تھا، ورنہ تم کو کبھی تکلیف نہ ہوتی، کیونکہ تم خود تسلیم کرچکے ہو کہ محبت سے اگر لذت جدا ہوجائے تو وہ محبت نہیں "

محمود :" (پریشان ہوکر) نہیں میرا یہ مطلب نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

شہاب :" ذرا صبر کرو ۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تکلیف ہونا دوسری چیز ہے اور انفکاک لذت دوسری چیز، علی الخصوص اسوقت جبکہ محبت کی اذیت کو بھی لذت قرار دیدیا جائے، یہ درست ہے لیکن پھر میں یہ سوال کرونگا کہ اگر سکینہ کوئی ایسی چیز ہوتی جس کے ملنے کا تم کبھی خیال بھی دل میں نہ لاسکتے، تو کیا اسوقت بھی اُسکی جدائی تمہارے لیئے باعث

اذیت ہوتی ؟"

محمود "ظاہر ہے کہ اس صورت میں جبکہ میں کوئی آرزو قائم نہ کروں عدم تکمیل آرزو سے کیا تکلیف ہوسکتی ہے "

شہاب "اس سے معلوم ہوا کہ یقیناً تم نے سکینہ سے صرف اسلیئے محبت کی کہ اسکو تم قابل حصول چیز سمجھتے تھے، ورنہ شاید تمہیں محبت نہ ہوتی "

محمود "یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ میں تو اب بھی کہہ رہا ہوں کہ اگر سکینہ مجھ سے نہ ملے تو بھی میری محبت زائل نہیں ہوسکتی ممکن ہو کہ اس سے مجھے تکلیف پہونچے اور شاید ایسی تکلیف کہ میں اس سے جانبر نہ ہوسکوں "

شہاب - اگر میں تمہارے اس دعوے کو تسلیم کرلوں تو بھی تم اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ اس سے ملنے کی آرزو نتیجہ محبت تھی یعنی اگر تمہیں اس سے محبت نہ ہوتی تو کبھی اس سے ملنے کی تمنا تمہارے دل میں پیدا نہ ہوتی یا یہ کہو گے کہ کبھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسمیں تمہاری محبت کی کھلی ہوئی توہین ہے، پھر جب تمہاری محبت کا اقتضاء یہ ٹھہرا کہ تم اس سے ملنے کی آرزو دل میں پیدا کرو اور نہ صرف آرزو بلکہ حصول آرزو کے لیئے آسمان زمین سر پر اٹھالو، تو پھر تم یہ کیونکر کہتے ہو کہ تمہاری محبت کا نصب العین صرف محبت ہے اور اسمیں کسی دوسری چیز کو دخل نہیں، تم میں تو یہ حس ہی نہ ہونی چاہیئے، کہ سکینہ ہے کون اور کہاں، چہ جائیکہ اس کے نہ ملنے پر کڑھنا اور کوشش کرکے آخرکار اس سے مل ہی جانا، یاد رکھو محمود، اس مسئلہ میں فریب نفس اسقدر تکمیل حسن کے ساتھ ملا ہوتا ہے کہ ایک شخص کو حقیقت کا معلوم کرنا دشوار ہوجاتا ہے، دنیا میں کوئی مثال تمہیں ایسی نہ ملیگی کہ اگر محبت کا تجزیہ کیا جائے تو اسکی علت حقیقی جذبۂ شہوانی نہ نکلے اسلیئے اگر تم بھی اسی فریب میں مبتلا ہو تو جائے تعجب نہیں۔ اور نہ میں اسکو برا سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص اپنے فطری جذبات کو پورا کرے، بلکہ بسا اوقات ان کا پورا کرنا فرض ہوجاتا ہے لیکن میں تو صرف اس بات سے جلتا ہوں کہ لوگ محبت کا ذکر کیوں کرتے ہیں وہ اس عالم

کی باتوں میں اس عالم کی بات کو کیوں ملا دیتے ہیں اور اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ میرے
حلقۂ احباب میں تمہیں ایک ایسے شخص ہو جس کے اندر حقیقی معنی میں محبت کا نشو و نما ہو سکتا
ہے تو میں کبھی مخالفت نہ کرتا، لیکن چونکہ میں تم کو عام سطح انسانی سے بہت بلند پاتا ہوں اسلیئے
جی نہیں چاہتا کہ تم بھی اس غلطی میں مبتلا ہو جس میں عام لوگ مبتلا پائے جاتے ہیں اور ان
روحانی لذتوں کو جنہیں صرف تمہیں حاصل کر سکتے ہو، اسقدر ارزاں دیدو۔ تم شاعر ہو، ادیب
ہو ایسے شاعر و ادیب جنکو زمانہ کم پیدا کرتا ہے، تم فطرتاً نقاش و مصور پیدا ہوئے ہو، ایسے
نقاش و مصور کہ اگر میں تمہیں خود فطرت کا موئے قلم کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ تم ذہین و حساس ہو،
.... ایسے ذہین و حساس کہ قدرت مشکل سے ایسے افراد پیدا کرتی ہے۔
لیکن افسوس ہے کہ تمہیں کو ان عطیات کی کوئی قدر نہیں اور صرف ایک عارضی لذت کے
عوض میں تم انہیں دیدینے کے لیئے آمادہ دیتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ نکاح میں بھی وہی لذت ہے جو اس کے
خیال میں ہے، کیا تمہیں یقین ہے کہ کسی سے ملنا اس ملنے کی آرزو سے زیادہ پرلطف ہے،
کیا اب تک تم ناواقف ہو کہ آرزو کا حصول آرزو کی موت ہے اور اس طرح حصول آرزو دل
آرزومند کے ایک جزو کو فنا کر دیتا ہے، اور اسی مقدار سے انسان میں جمود پیدا ہو جاتا ہے
لطف کا حقیقی راز صرف خلش ہے، اگر ہم میں جستجو نہ ہو تو ہماری زندگی اکسیر حیات
منجمد ہے اور پارۂ سنگ اور قلب انسانی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، اگر محبت کا نتیجہ وصل
ہی سمجھ لیا جائے تو بھی ظاہر ہے کہ نتیجہ کے بعد کوئی مرحلہ طے کرنے کے لیئے نہیں رہ جاتا، کیونکہ
منزل پر پہونچ جانا قطع سفر ہے، اسلیئے اگر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ محبوب سے
مل جانا کتاب محبت کا وہ آخری جزو ہے جس کے بعد اگر تم پھر اسکو شروع کرو تو خیر ورنہ کوئی
جذبہ ایسا باقی نہیں رہتا جس کے لیئے دل بے چین ہو سکے اور تم کرب و اضطراب کو
سرمایۂ شعر قرار دے سکو، تمہیں دنیائے شاعری کے حالات سے مطلع کرنا غلطی ہے، کیا تمہیں
خبر نہیں کہ زمانہ کے کن شعراء نے عروج حاصل کیا اور کس دور کی شاعری شاعری کہی جا سکتی

ہے۔ حقیقی معنی میں شاعری کی روح اُسی وقت پیدا ہوتی ہے، جب آرزوئیں یاس میں تبدیل ہونے لگتی ہیں اور تمنائیں ناکامی میں اور اگر ایسا نہ ہو تو کبھی وہ جذبات پیدا ہی نہیں ہو سکتے جنہیں بلندی و رفعت کی جھلک پائی جاتی ہے، کیونکہ ہجر تو ایک بے پایاں چیز ہے اور اسلیئے ترقی کے لیئے کافی وسعت اسمیں موجود ہے، برخلاف کامیابی کے کہ وہ دوڑ کی آخری حد ہے جہاں جذبات پھونچکر سمٹنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ فنا ہو جاتے ہیں، مجھے اگر تمہاری حیات شعری اس درجہ محبوب نہ ہوتی تو میں کبھی مخالفت نہ کرتا، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ کل تک بحالت یاس و ناکامی جس جذبہ کا اظہار تم الفاظ سے کر سکتے تھے آج نہیں کر سکوگے کیونکہ تمہیں سکینہ سے مل جانے کا یقین ہو گیا ہے اور جو آج لکھ سکوگے کل وہ بھی ممکن نہوگا۔ جب تم اپنے مطلوب کو پاؤ گے، پھر اب تمھارے سامنے دو چیزیں ہیں، تمہاری سکینہ جسکو تم اپنی بیوی بنانا چاہتے ہو اور تمہارا وجود شعری جس کا قیام تمہاری عین خواہش ہے اب تمہیں اختیار ہے چاہے اسکو لے لو چاہے اُسکو یہ ناممکن ہے کہ دونوں باتیں تم حاصل کر لو۔ فطرت ایسی فیاض نہیں اور اسلیئے اب مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، اگر تم اسپر راضی ہو کہ اپنی لطافت خیال، نزاکت تخیل، رقت قلب، سوز طبع، ندرت جذبات، پاکیزگی حیات، اور روحانیت کی قربانی سکینہ کی صورت یعنی اک مادی چیز پر چڑھا دو، تو خوشی سے تم سکینہ سے شادی کر لو۔ لیکن اگر تمہیں ان ہدایائے فطرت کی قدر ہے تو نکاح کے خیال کو چھوڑ دو اور خدا کے ناشکر گزار بندوں کی فہرست میں اپنا نام درج نہ کراؤ۔

دیکھو محمود میں تم کو ایک نہایت باریک نکتہ بتاتا ہوں کہ انسانی محبت کی ابتدا کبھی حقیقی معنی میں محبت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ ہمیشہ مبنی ہوتی ہے جذبات شہوانی پر لیکن تم نے اسی کے ساتھ سنا ہوگا کہ یہی جذبہ حقیقت میں تبدیل ہو جاتا ہے، یعنی یہ مادی محبت روحانیت اختیار کر لیتی ہے، اُسکی صورت یہی ہے کہ جب محبت ناکام و نامراد ہوتی ہے تو مدارج

محبت طے ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں سوائے رقت و سوز کے کچھ نہیں بچا تا،
کبھی تم نے سنا ہوگا کہ کوئی شخص اپنے محبوب کو پا کر انہیں جذباتِ محبت کو قائم رکھ سکا ہو اور
اس نے کوئی ترقی اپنے خیال میں کی ہو، میں چاہتا ہوں کہ تمہیں میں صرف گریہ مضطر دیکھوں
ہر چند میں اسوقت کے خیال سے ڈرتا ہوں کہ خدا جانے تمہاری تحریر کا اسوقت مجھ پر کیا
اثر ہوگا۔ لیکن کچھ پرواہ نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ رو دوں گا۔ میں بھی تمہارے ساتھ
تباہ ہونگا اور سمجھونگا کہ تمہاری وجہ سے میری زندگی ٹھکانے لگ گئی،

میں چاہتا ہوں کہ تم طلوع و غروب کے مناظر کو دیکھو اور اُن میں بالکل جذب
ہو جاؤ، تم ایک پھول کو شاخ پر جھومتا ہوا دیکھو اور کائنات کو فراموش کر دو تم ایک خشک
پتی کو دیکھو اور خزاں کی ساری کیفیات اپنے اوپر طاری کر لو تم ایک سبز گھاس کا تنکا دیکھو اور
بہار کے اثرات کو اپنی روح میں منتقل کر لو۔ تم پانی کو دیکھو اور تڑپو، چاند کو دیکھو اور
بے قرار ہو جاؤ، یہاں تک کہ تمہاری ہر نظر تمہارے لیے اک دفترِ جذبات ہو جائے اور تم
اپنے وجود کو بالکل بھول جاؤ اور نہ صرف وجود کو بلکہ اس بھول جانے کو بھی فراموش کر دو
میں نے اپنے حلقۂ احباب میں کسی کے ساتھ یہ آرزو قائم نہیں کی تھی صرف تمہیں کو اس کا
اہل سمجھا تھا، لیکن افسوس ہے کہ آج تم مجھ کو اسطرح مایوس کر رہے ہو اور پھر کہتے ہو کہ میں
بھی تمہارے ساتھ اس حماقت میں مبتلا ہوں۔ اس سے قبل تمہاری کوششوں کو میں
دیکھ رہا تھا لیکن اول تو یہ خیال تھا کہ شاید تم کامیاب نہ ہوگے اور اسلیئے مجھے ضرورت
نہ ہوگی کہ تمہیں سمجھاؤں اور اگر کوششوں میں کامیاب ہوئے بھی تو یہ سمجھتا تھا کہ
یقیناً جب کبھی تنہائی میں اس مسئلہ پر غور کرو گے تو خود اس خیال کو ترک کر دو گے، لیکن
میرا خیال صحیح ثابت نہ ہوا اور بدقسمتی سے تمہاری کوشش بھی کامیاب ہو گئی اور تم نے خود
بھی کبھی اسپر غور نہیں کیا، اسلیئے اب معاملہ اس حد سے گزر گیا ہے کہ میں خاموش رہوں اور
انتہا پسندانہ کی توقع پر اسکو چھوڑ دوں، میں مجبور ہوں کہ تم سے اک آخری فیصلہ سن لوں

اگر تم شادی کرنے پر آمادہ ہو اور اس سے باز نہیں آسکتے، تو صاف صاف کہدو کہ میں اپنی توقعات تمھاری طرف سے فوراً اٹھا لوں اور تمہیں اپنی نظروں سے گرا کر، مسعود، ممتاز، حمید وغیرہ کے پہلو میں اک عام سطح انسانی پر دیکھ کر صرف کبھی کبھی ہنس لیا کروں یا کہدو کہ تم سکینہ کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے پر طیار ہو اور اس عارضی تکلیف کے مقابلہ میں ابدی راحت و لذت کو پسند کر دوگے"

محمود "میں اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں شادی سے انکار کروں"؟

شہاب "بالکل اسی طرح جسطرح تم نے اقرار کر لیا ہے، اگر تمہیں یہ خیال ہے کہ دنیا کیا کہیگی تو اور بھی زیادہ افسوس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سکینہ کے چھوڑنے پر تو راضی ہو لیکن زمانہ کا طعن نہیں سن سکتے، یاد رکھو زمانہ سے زیادہ خود غرض کوئی نہیں وہ ہمیشہ اپنے مقاصد پورا کرنے کے لئے نہایت بیدردی سے دوسروں کو قربان کر دیتا ہے اور اگر تمہیں ایسا ہی خیال ہے تو بھی صرف دو چار روز کی تکلیف و اذیت ہے اس کے بعد کوئی ذکر بھی نہ کریگا کہ محمود کون تھا اور اس نے کیا کیا، حیرت ہے کہ تم اسوقت کیسی بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو"

محمود "ہاں شہاب سچ ہے، میں بچوں کی سی باتیں کر رہا ہوں اور اسوقت تم سے زیادہ دانا حکیم و فلسفی کوئی نہیں لیکن میں تمھیں اپنا دل کسطرح دکھاؤں کہ اس کا کیا حال ہے، اس خیال سے کہ میں خود سکینہ کو چھوڑ دوں خدا جانے میرے اوپر کیا گزرجاتی ہے، تم کو نہیں معلوم کہ اُسے یہ معلوم کرکے کسقدر صدمہ پہونچیگا، اور شاید وہ زندہ نہ رہ سکے گی اس لیئے اگر میں اس سے شادی کرکے اپنے جذبات، اپنی حیات شعری اور اپنی روحانیت کی (تمھارے قول کے مطابق) قربانی کر دوں گا، تو دوسری صورت میں گویا میں اسپر راضی ہونگا کہ سکینہ کو اپنی شاعری پر قربان کر دوں کیا اس سے زیادہ خودغرضی کوئی

اور ہو سکتی ہے کہ اپنے فائدہ پر جو ابھی یقینی بھی نہیں ہے دوسرے کو قربان کردوں اور وہ دوسرا بھی کون؟ سکینہ! سکینہ سا محبت کرنے والا، سکینہ سا دم دینے والا۔ خدا کے لیئے شہاب خاموش ہو جاؤ اور مجھے اسوقت اپنے حال پر چھوڑ دو۔"

شہاب:- "دیکھو محمود۔ اگر تم سکینہ کو نہیں چھوڑ سکتے تو میں تمہیں مجبور نہیں کرتا، کیوں نہیں صاف کہدیتے کہ میں اب شادی سے باز نہیں آسکتا۔ اسمیں میرے بددل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، یہ آخر رونے کیوں دیتے ہو، مجھے اس سے زیادہ نفرت کسی امر سے نہیں کہ ایک شخص کوئی عزم وارادہ نہ رکھے، میں اس شخص کو بہت اچھا سمجھتا ہوں جو بڑی سی بڑی معصیت کرے لیکن مردانہ عزم کے ساتھ اور اچھے سے اچھے کام کرنے والا میرے نزدیک بدترین شخص ہے، اگر اسمیں کوئی عزم و استقلال نہیں ہے، اگر تم اسطرح یہ ارادہ بھی کرلیا کہ شادی نہ کروگے، تو میں کبھی خوش نہیں ہو سکتا، میں تو چاہتا ہوں تم خود اسپر غور کرو اور اپنے نفع وضرر کے درمیان ایک امتیاز قائم کرکے اب ہی کوئی فیصلہ کرو، ارادہ کی مضبوطی کے ساتھ کسی کے کہنے سے نہیں، خود سمجھ کے کسی کے سمجھانے سے نہیں۔"

محمود:- "میں سمجھتا ہوں جو کچھ تم کہتے ہو، لیکن سوال یہ ہے کہ میں نے انکار کردیا تو پھر سکینہ کیا کریگی یقیناً وہ یوں ہی گھر میں بٹھا رکھی جائیگی اور پھر تمہیں اندازہ کرو کہ اسپر کیا گزریگی۔"

شہاب:- "معقول۔ کیا جسطرح تم کوئی عزم کرسکتے ہو، عورت نہیں کرسکتی، کیا نکاح کوئی زبردستی کا سودا ہے کہ خواہ مخواہ سکینہ کو ماننا ہی پڑیگا، تم کیوں نہ یقین کرو کہ وہ بھی ہمیشہ ویسی ہی زندگی بسر کردے گی جیسی تم۔"

محمود:- "بھلا یہ کیونکر اس سے ممکن ہے، وہ کسطرح والدین کی مرضی کے خلاف کرسکتی ہے، اسکی حیا کیوں کر اجازت دیسکتی ہے کہ وہ صاف صاف انکار کردے اور اپنے تئیں تمام زمانہ میں رسوا کرے۔ تم بھی ذرا غور کرنے کی عادت ڈالو۔"

شہاب:۔ اگر تمھارا سکینہ پر اتنا بھی اثر نہیں ہے تو پھر کیوں اسقدر بیقرار ہو، اور یہ بھی مان لیا کہ سکینہ کی شادی کسی دوسرے سے ہو جائیگی اور وہ انکار نہیں کر سکتی تو بھی کوئی حرج نہیں، ہو جانے دو۔ محبت و نکاح دو مختلف چیزیں ہیں، نکاح کا تعلق محبت سے بالکل نہیں ہے، صرف مذہب سے ہے، مذہبًا وہ کسی دوسرے کی ہو سکتی ہے لیکن روحانی لحاظ سے وہ تمھاری ہے اور ہمیشہ تمھاری رہیگی، اور یہی تمہارا مقصد ہے اگر سکینہ کو تم یہ تمام باتیں سمجھا سکو تو بہتر ہے، ورنہ زمانہ خود سمجھائے گا۔"

(۳)

حسن کی وہ نیرنگیاں، جو صرف بمبئی میں نظر آسکتی ہیں، شام کی اُن دلفریبیوں سے ملکر جنہیں صرف آپالو ہی پیش کرسکتا ہے، اپنے عروج کے ساتھ جاذب قلب نگاہ تھیں، وضع و ملبوس کے متعلق وہ اختراعات جمیلہ جو ترقی تمدن کے برکات میں شمار کیے جاتے ہیں، چاروں طرف بکھرے ہوئے نظر آرہے تھے، رعنائی اور بانکپن کی وہ دلدوز ادائیں جنہیں صرف ارتقاء علم و مدنیت ہی سکھا سکتا ہے، ساحل کے ذرہ ذرہ سے پیدا ہو رہی تھیں۔

شہاب نے ارادہ کر لیا تھا کہ آج وہ ایک ایک گزرنے والی عورت کو غور سے دیکھکر یہ معلوم کریگا کہ ساریوں کے کتنے رنگ، آرائش گیسو کے کتنے انداز اور حسن کی بیجابیوں کی کسقدر صورتیں ہو سکتی ہیں، اور پھر ان سب میں وضع مشترک کیا ہے، وہ ایک جگہ خاموش بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اور محمود بھی اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا شہاب کی اس ندرت خیال پر مسکرا رہا تھا۔

شہاب:۔ "یہ ایک دن کا کام نہیں ہے مسلسل ہفتوں یہاں آنے کی ضرورت ہے، تاہم میں ایک ہی دن میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس عہد کی عورت نہ کسی سے محبت کر سکتی ہے اور نہ اُسے کسی دوسرے کی محبت کی قدر ہو سکتی ہے۔"

محمود "میں نہیں سمجھ سکتا کہ صرف صورت و وضع کو دیکھ کر یہ نتیجہ کیونکر نکالا جا سکتا ہے اور وہ بھی اس یقین کے ساتھ"

شہاب "اگر صورت میں کوئی بات ایسی نہ ہوتی جس سے دل کا حال معلوم ہو سکتا، تو یقیناً انسان کا دل اُسکی پیشانی پر قائم کیا جاتا اور بہ خصوصیت کے ساتھ عورت کا دل، کہ اگر بغیر اُس کا مطالعہ کیئے ہوئے کوئی شخص اپنے معاملات اُسکو سونپ دے تو کہیں کا نہ رہے"

محمود "ممکن ہے تم اسقدر مشاق ہو کہ صرف صورت دیکھکر اندرونی کیفیات اور خصائل کی خصوصیات کا اندازہ کر سکو لیکن کم از کم میں تو بالکل قاصر ہوں"

شہاب "یاد رکھو جو عورت جسقدر زیادہ حسین نظر آنے کی کوشش کرتی ہے، اُسی قدر اس کا باطن خراب ہو کر رہ ہے وہ کیا چیز ہے جو کشاں کشاں ان عورتوں کو مردوں کی حریص نگاہوں کے ہجوم میں ساحل دریا پر لے آئی ہے یقیناً انکی آرائشیں ان کی جامہ زیبیاں ان کی بے حجابیاں اور خوش ادائیاں متمنی ہیں کہ مرد کی جو نگاہ ان پر پڑے وہ کھنچی ہو مستحکم ہو، میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقوف مرد نے کیوں یہ پندار عورت کے دل میں پیدا کر دیا ہے اور کیوں اُسکو اسقدر جری و بیباک بنا رکھا ہے، نرم نرم ریشمی ساریاں صرف اسلیئے استعمال کی جاتی ہیں کہ دیکھنے والے یہ معلوم کر لیں کہ انکے اندر ریشم سے زیادہ نرم بدن چھپا ہوا ہے اور پھر یہ بھی مقصود ہے کہ ساری کا آنچل نرمی کی وجہ سے گھڑی گھڑی سُرک جایا کرے اور وہ بار بار اپنے کافور سینہ و بلور شانہ کی شفاف [illegible] پھر اُسے سنبھال لیا کریں، اور اسطرح اپنے گورے گورے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک دکھا سکیں، شاید تمہیں معلوم نہ ہوگا کہ یہ جتنی عورتیں اسوقت زیبائش و رعنائی کی پیکر مجسم نظر آتی ہیں اپنے گھروں میں جہاں صرف اُن کا شوہر دیکھنے والا ہوتا ہے، نہ وہ ملبوس میں اہتمام کرتی ہیں اور نہ اُن میں یہ ادائیں پائی جاتی ہیں، لیکن اُدھر آفتاب ڈھلنا شروع ہوا اور ادھر انہوں نے اپنے لباسوں کا جائزہ لینا شروع کیا کہ آج کس رنگ کی ساری منتخب کی جائے، آئینہ

سے مشورہ ہونے لگا کہ آج کسی طرح بالوں کو سنوارا جائے ۔

یہ صبح و شام اپنے صحیح فرائض زندگی کو بھول کر گھنٹوں تک سنورنے والیاں، یہ اپنے بیباک تبسموں، اپنی دلیر نگاہوں اور اپنی جری و شوخ چتونوں سے دنیا کو مالوف کر لینے کی آرزو رکھتے ہوئے خود کسی سے محبت نہ کر سکنے والیاں، یاد رکھو کہ ان کے تبسم میں زہر ہے، ان کی نگاہیں سم آلود ہیں اور یہ وہ ناگنیں ہیں جنکو دنیا کے تمدن و تہذیب نے عالم میں صرف ہلاکت پھیلانے کے لیئے چاروں طرف منتشر کر رکھا ہے، میں نے آج پانسو عورتیں میں کم از کم چار سو ایسی دیکھی ہیں کہ اگر اُن کے بالوں کے مصنوعی گھونگر مٹا دیئے جائیں اور انکی پیشانی پہ بل کھانے والی زلفوں کی کاذب اداؤں کو محو کر دیا جائے، اگر اُن کی نظر فریب ساریوں کا رنگ چھین لیا جائے، اگر انکی رفتار سے فن خرام کی صنعتوں کو دور کر دیا جائے، اگر گلے کے اُس لوچ کو جسکی مدد سے وہ قصداً اپنی آواز و قہقہہ کو نرم و باریک نکال سکتی ہیں الگ کر دیا جائے، اگر اُن کی قمیصوں اور واسکٹوں کی تراش کو جس کی وجہ سے اُن کا سینہ خواہ مخواہ خدا جانے کیا نظر آنے لگتا ہے، ممنوع قرار دیدیا جائے، اگر انکی کمر سے پیٹیاں جدا کر کے وہاں کے اعصاب کو پوری آزادی کے ساتھ پھیلنے کی اجازت دیدی جائے، تو شاید محمود تم ایسے حریص و بے اختیار مرد کی نگاہ کبھی اُن پر نہ پڑے، پھر حیرت ہے کہ جب اکثر عورتیں صرف عورت ہونے کے لحاظ سے کچھ نہیں ہیں، جب اُن کا حسن محض حسن ہونے کی حیثیت سے اسقدر ناقص و مکمل ہے تو پھر عالم میں کیوں اسقدر شدت کے ساتھ ہر جگہ ہر وقت ہنگامۂ حسن و عشق برپا ہے اور کیوں مرد اپنے تئیں اُن چیزوں کے لیئے تباہ و برباد کر دیتا ہے جو ایک لمحہ کے لیئے بھی توجہ کی مستحق نہیں اور جو خود ہمارے ذہن و عقل کی فریب کاریاں ہیں، تم کو یاد ہوگا کہ میں نے ہمیشہ مرد کو بیوقوف اور عورت کو ذہین کہا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ عورت سخت سے سخت فریب میں ایک حسن پیدا کر کے مرد کو مسحور کر لیتی ہے اور مرد یہ احمق و ناعاقبت اندیش مرد، فریب کو فریب جان کر بھی اُسکی پذیرائی کر لیتا ہے اور اُسپر

فخر کرتا ہے۔ دنیا جسکو حسن سمجھتی ہے وہ اکثر و بیشتر صرف طمع ہے اور محبت ریاکاری، ہم میں کم ایسے ہیں جو حسن کو حیارت و فریب سے جدا کر سکیں اور محبت کو نمود و تصنع سے" محمود" میں دیکھتا ہوں کہ تم حسن کے ساتھ محبت کی طرف سے بھی بیزار ہوتے جاتے ہو اور ہونا ہی چاہیئے کیونکہ حسن کا احساس محبت ہے اور اس سے تم ناآشنائے محض ہو"!

شہاب" ہاں وہ محبت جس سے میں اب بالکل بیزار ہو گیا ہوں اسقدر بادم انسانیت ہے کہ دوستی کا وجود جو میرے نزدیک بہترین جذبۂ انسانی ہے، اب بالکل مفقود ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر آج میں لفظ محبت کے مفروضہ مفہوم سے تنگ آکر اپنے کسی رفیق سے یہ کہدوں کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے، دوستی ہے تو وہ برہم ہو جائیگا۔ وہ چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ اسکو فریب میں مبتلا رکھوں اور اسے یہ کبھی منظور نہیں ہوتا کہ اپنے گمان کے خلاف حقیقت کو معلوم کرے، ممکن ہے کہ کسی کے ساتھ میری محبت (ویسی ہی محبت جیسی آجکل رائج ہے) دوستی کی حد تک پہونچ جائے، لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ جسوقت تک میں صرف محبت کا مدعی ہوں، اس محبت سے خودغرضی اور مکر و فریب کو جدا کر سکوں، یاد رکھو کہ محبت میں ہمیشہ جذبۂ نفسانی کام کرتا ہے اور اسلیئے اس کا قیام صرف ہیجان غرض کی پرجوش سطح پر قائم ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فقدان ہیجان فقدان محبت کا باعث ہو گیا، اور بہت کم ایسی مثالیں نظر آتی ہیں کہ تعلقات محبت دوستی میں تبدیل ہو جائیں، افسوس ہے کہ دور خلوص و صداقت شروع ہونے سے پہلے ہی ہماری خواہشیں مردہ اور ہمارے ولولے افسردہ و مضمحل ہو جاتے ہیں۔ تم کہوگے کہ محبت میں انسان کیسی کیسی قربانیاں کر دیتا ہے، کیسا کیسا جبر اپنے نفس پر کرتا ہے، میں کہونگا کہ یہ خودغرضی ہے، تم ایک حسین صورت کے لیے کبھی تباہ و برباد نہیں ہوتے بلکہ خواہش نفس کی رعایت تمہیں بیکار کر دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تباہیاں محبت سے پیدا ہوتی ہیں، دوستی سے نہیں، محبت ہماری لطافت سلب کرتی ہے اور دوستی ہماری روح کو منور بنا دیتی ہے، وہ دعوت خسران ہے

اور یہ کسب فیضان لیکن میرا مقصد محبت سے وہ محبت ہے جو آجکل سمجھی جاتی ہے ورنہ محبت و دوستی ایک چیز ہے، میں نے یہ تفریق قصداً کی ہے تاکہ اس زمانہ میں صحیح و غلط، الفیہ و نقد، کذب و صداقت کو جدا جدا بیان کر سکوں مگر میں تمھیں لفظ دوستی کے بار بار اعادہ سے تکلیف نہ پہونچاؤں گا کیونکہ تم اس معاملہ میں مجھ سے سخت اختلاف رکھتے ہو۔ میں بجائے اس کے محبت ہی کا لفظ استعمال کرونگا مگر ہوگا وہ اسی مفہوم میں جس مفہوم میں نے دوستی کا قرار دیا ہے اور جس کو آجکل ...."

محمود۔ (بات کاٹ کر) دیکھو شہاب وہ آرہی ہے ...... تھئیٹر کی مشہور ایکٹرس جس نے ساری بمبئی کو مبہوت و متحیر بنا رکھا ہے میں نے تم سے کئی بار کہا کہ ایک شب چلو ذرا دیکھیں تو سہی کہ اس کے نغمہ و رقص میں وہ کیا بات ہے، جس نے آگ لگا رکھی ہے، لیکن تمھیں اپنی فلسفہ طرازی سے فرصت کہاں؟ اس کے زیادہ مشہور ہو جانے کا سبب یہ سنا جاتا ہے، کہ وہ کمال حسن کے ساتھ اپنے فن میں بھی بے مثل ہے، کیا آج چلوگے؟"

شہاب کچھ جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ایک چھریرے بدن کی عورت نہایت سادہ باریک ململ کی سپید ساری میں اپنی کشیدہ قامتی کی رعنائیوں کو لیئے ہوئے خراماں خراماں محمود و شہاب کے پاس سے گزری اور قریب کی ایک بنچ پر آکر بیٹھ گئی۔

اختر سترہ اٹھارہ سال کی ایک نوجوان لڑکی تھی اور اس کا رنگ کچھ سانولا تھا، یہ رنگ شباب کے عالم میں یوں ہی بے انتہا دلفریب و دلکش ہوتا ہے، لیکن اختر کے سانولے رنگ میں یہ خصوصیت اور زیادہ قیامت خیز تھی کہ جسقدر زیادہ غور سے دیکھا جاتا، اتنا ہی وہ کھلتا ہوا نظر آتا یہاں تک کہ بعض دفعہ تو یہ معلوم ہوتا کہ اسمیں بجلیاں کوٹ کر بھر دی گئیں ہیں، اس کا جسم اسقدر نازک تھا کہ یہ اندیشہ ہوتا کہ اگر ساحل پر کھڑی ہو گئی اور ہوا تیز چلنے لگی تو اڑ کر سمندر میں گر جائیگی، جسوقت وہ یہاں آئی تو اپنی اڑنے والی ساری کے

آنچل کو سنبھالتی تھی، اور لچک لچک جاتی تھی، شاید وہ خود اندیشہ کرتی تھی کہ کہیں اُس کے
قدم زمین سے اُکھڑ نہ جائیں اور اسلیئے وہ فوراً سب سے پہلی خالی نشست پر بیٹھ گئی، اُس کا
چہرہ، اُس یونانی قطع کا تھا جو صرف زہرہ ہی کے مجسمہ کے لیئے موزوں ہو سکتا تھا، اسکی
آنکھوں میں ایسی مستانہ طبیعی شراب چھلکتی تھی کہ جسوقت وہ نگاہ اٹھا کر کسی کو دیکھتی تو یہ معلوم
ہوتا کہ اسکو مدہوش بنا کر اپنی نگاہ کے ساتھ جسطرف جا ہیگی اٹھا کر پھینک دیگی، اُسکی
گھنی پلکیں اسقدر لانبی تھیں کہ پوری آنکھ کھل جانے کے بعد بھی وہ ایک دوسرے سے
جدا نہ ہوتی تھیں، اور باہم اسطرح ملی ہوئی نظر آتی تھیں جیسے شاما کے دو نازک
پروں کو ہاتھ پر رگڑ کر ایک دوسرے سے ملا دیا جائے، اور وہ ایک خاص نرمی سے باہم
متصل رہیں، اُسکی پیشانی کی فراخی کا صحیح اندازہ نہ ہو سکتا تھا، کیونکہ بل کھائی ہوئی
زلفوں کے چھلوں نے اُسکی وسعت کو چھپا رکھا تھا لیکن اسمیں بھی کوئی شک نہ تھا کہ
اُسکی پیشانی کا صندل گیسوؤں کی ناگنوں کو پوری طرح آسودہ کر رہا تھا، اُس کے خد و خال اور
اُسکے انداز سے وہ متانت و سنجیدگی پیدا تھی جو اُسے عام سطح نسائی سے بہت بلند ظاہر کر رہی
تھی، اُس کے چہرے سے ایک نمایاں غرور، ایک کھلا ہوا تاثر ٹپکتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا
کہ اسکی ذکاوت حس اسدرجہ بڑھی ہوئی ہے، کہ وہ اسوقت کائنات کے ہر ہر ذرہ کی جنبش
اپنے دل میں لیئے ہوئے متاثر ہو رہی ہے، وہ اسوقت اسی رعنائی، اسی پاکیزگی، اسی
شاہانہ متانت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، کہ ہوا کے ایک تیز و شریر جھونکے نے بالوں
کے حلقوں کو پیشانی سے جدا کر دیا اور اُس نے اپنے فیروزی رنگ کے ریشمی رومال
میں پسینہ کے ننھے موتیوں کو جمع کرتے ہوئے گردن میں ایک غیر محسوس خم پیدا کر کے
کن انکھیوں سے شہاب و محمود کو دیکھ لیا، اور پھر اپنے داہنے ہاتھ کو الٹ کر اسپر داہنا
رخسار رکھ لیا، اور سمندر کی موجوں کو دیکھنے لگی۔ اس منظر میں، اسوقت اختر کی یہ سب سے
پہلی نیم نگاہی تھی جو شہاب و محمود پر صرف کی گئی اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ بیکار گئی۔

ساحل آیا اوپر اسوقت اک ہنگامہ بپا تھا، سیکڑوں مرد عورت اور اتنے ہی اُن کے مختلف آماجگاہ تفریح و مشاغل چھوٹی چھوٹی کشتیاں اپنے عریض و طویل بادبانوں کے ساتھ بہتی چلی جارہی تھیں، متعدد بڑے بڑے جہاز سمندر کی ہر سانس کے ساتھ متحرک تھے، قمقموں کی روشنی اور ہلکے ہلکے قہقہوں کی آواز سے فضا میں ایک موسیقی درخشاں دوڑ رہی تھی،

وہ ہوا میں پھر پھر اُڑنے والے ہلکے ہلکی ریشم کی ساریاں، اور اُن ساریوں کے آنکھوں کو خیرہ کرنے والے زرکار پلو، وہ صدف آسا کانوں میں رنگین رخساروں سے چھو کر کانپ کانپ اٹھنے والے آویزے اور اُن آویزوں کے وہ درخشاں و تابندہ الماس، وہ پیشانیوں کی محدود و مختصر فضا میں ناقابل شمار اداؤں سے گیسوکی آرائش، اور اُن آرائشوں کی وہ مبہوت و دیوانہ بنانے والی نکہت باریاں، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ آج یہ قطعہ زمین پر لگاکر اڑجائیگا۔

شہاب کو اس منظر نے بالکل بے اختیار کردیا، اور ایک جوش کے ساتھ محمود سے بولا " دیکھتے ہو محمود۔ یہ رونق تہذیب، یہ ہنگامۂ علم اور تمہارے خیال سے یہ طوفان حسن، اگر ایک لمحہ کے لیئے میں خدا ہوجاتا تو اس منظر کو اسی حال میں اسی ہنگامہ کے ساتھ اور انہیں رنگینیوں کو لیئے ہوئے قائم و منجمد کردیتا اور صرف تمہارے لیئے تاکہ تم ان عورتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ کامیاب محبت کرسکو۔"

محمود۔" اور اگر میری دعا مقبول ہوتی تو میں تمہارے اس لمحۂ الوہیت گزرجانے کے بعد خدا سے التجا کرتا کہ الٰہی شہاب کو انہیں میں سے ایک سخت و سنگین پیکر کی محبت میں اسقدر شدت کے ساتھ مبتلا کردے کہ وہ دیوانہ وار اُس پتھر کی مورت کے سامنے جبیں سائی کرے، وہ فریاد کرے، اور کوئی سننے والا نہ ہو، وہ درد محبت سے چیخ چیخ اٹھے اور کسی کو خبر نہ ہو، وہ رو رو کر طوفان نوح برپا کردے، لیکن کوئی اُس کے آنسوؤں کا پونچھنے والا نہ ہو، تاکہ میں تمہیں اسوقت نصیحت کروں کہ شہاب حسن کو صرف حسن کے لحاظ سے چاہو، محبت

کو صرف محبت کے لحاظ سے دیکھو، یہ بیقراری کیوں ہے، یہ اضطراب کس لیئے ہے تمہارا ذوق نظر پورا ہو رہا ہے، تمہاری نگاہیں اچھی طرح آسودہ ہو رہی ہیں، پھر اور تمہیں کیا چاہیئے سچ بتاؤ شہاب کیا ہو اگر واقعی تمہیں کسی مجسمہ یا تصویر سے عشق ہو جائے، تم کیا کرو، کم از کم مجھے تو بڑا لطف آئے۔"

شہاب: "افسوس ہے کہ جس طرح میں خدا نہیں ہو سکتا، اسی طرح تمہاری دعا بھی کبھی مقبول نہیں ہو سکتی، لیکن اگر خدا نخواستہ کبھی ایسا ہو بھی جائے اور میرا مقصود محبت تمہاری طرح صرف مواصلت ہی قرار پائے، تو میں یقیناً اس کو محبت نہ کہونگا۔ میں نے تم سے یہ کبھی نہیں کہا کہ میں جذبات شہوانیہ سے معرا ہوں لیکن فرق یہ ہے کہ میں ایسے جذبات کو وہی کہتا اور سمجھتا ہوں جو وہ ہیں اور تم اُن کا نام محبت رکھتے ہو۔"

محمود: "بہر حال تمہاری انشا میں محبت ایک عنقائے مغرب کا نام ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں یا یوں کہو کہ اگر محبت میں کوئی مر جائے تو وہ محبت ہے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر کوئی اپنے محبوب سے مل جاوے تو وہ محبت نہیں ہے، بوالہوسی ہے، خود غرضی ہے، مکر ہے، فریب ہے۔"

شہاب: "افسوس ہے کہ تمہیں اب تک یہی خبر نہیں کہ محبت کب کامیاب کہلائے جانے کی مستحق ہے اور کب ناکام، اُس کا تعلق انسان کی زیست و حیات سے نہیں ہے، بلکہ خود اسکے جذبات پرستش سے ہے، اگر ایک شخص شدائد محبت برداشت نہ کر کے جان دیدے تو میں کبھی نہ کہوں گا، کہ اُس نے بڑا کام کیا یا اُسکی محبت کامیاب اور سچی محبت تھی، لیکن اگر کوئی شخص اپنے محبوب سے مل جانے کے بعد بھی محبوب و محبت کا وہی احترام و ادب قائم رکھے جو ہونا چاہیئے تو میں کہونگا کہ وہ مفہوم محبت اور اسکی نزاکتوں سے آشنا ہے، اور ہاں تم نے یہ کیا کہا کہ "میرے نزدیک اگر کوئی جان دیدے تو محبت ہے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی کوئی شخص اپنے محبوب سے مل جائے تو محبت ناقص ہے" تمہیں یہی نہیں معلوم کہ محبت میں جان

"یہ جینے کا وقت تو وہی ہے جب محبت کامیاب ہو، کیا محبوب کے لطف و کرم سے زیادہ ہلاک کر دینے والی چیز کوئی اور بھی ہو سکتی ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ الحمدللہ محبت کا وقوف مجھے حاصل نہیں ہے، لیکن مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر کبھی مجھے کسی سے محبت ہو گئی تو میں پناہ مانگونگا، اسوقت سے جب میرا محبوب بھی مجھ سے محبت کرنے لگے، میرے نزدیک رحم و لطف سے زیادہ صریح ظلم، محبت کے معاملہ میں اور کوئی نہیں"

اختر جو شروع سے اسوقت تک دونوں کی گفتگو کو سُن رہی تھی، اب بھی خاموش تھی، ساکت بھی لیکن اب اُسکی نگاہیں سمندر کی موجوں کا مطالعہ نہیں کر رہی تھیں، بلکہ نیچے جھکی ہوئی کچھ سوچ رہی تھی اس نے اپنے بائیں رخسار کی طرف ساری کے آنچل کو کھینچکر محمود و شہاب کی طرف سے اوٹ کر دیا تھی، تاکہ اُس کی صورت دیکھ کر کوئی اسوقت اس کے جذبات کو نہ معلوم کر سکے، لیکن شہاب اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اختر کیا سوچ رہی ہے اور اس کا دل اسوقت کن جذبات سے لبریز ہے، اس نے ایک لمحہ سکوت کرنے کے بعد محمود سے کہا "خیر اس ذکر کو چھوڑ دو یہ اختلاف مٹ نہیں سکتا جب تک دنیا میں عورت کا وجود باقی ہے اور نہ اپنی دعائیں میرے لئے بیکار صرف کرو کیونکہ میرے نزدیک دنیا میں ہر عورت اس قابل ہے کہ اُس سے محبت کی جائے اور کوئی نہیں، وہ اس لحاظ سے کہ مرد کو اسکو ضرورت ہے اور یہ اس حیثیت سے کہ یہ ضرورت عارضی ہے، ہاں تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ تھیٹر چلے گے یا نہیں اسوقت میں خاموش ہو گیا تھا لیکن اب پوچھتا ہوں کہ لوگ وہاں کیوں جاتے ہیں اگر اس سے مقصود لہو و لعب ہے تو اک لغو حرکت ہے، اور اگر اس سے مدعا وہاں جا کر فطرت انسانی کی مختلف حالتوں کا مطالعہ کرنا ہو تو سخت حماقت ہے کیونکہ تھیٹر سے زیادہ خلاف فطرت، خلاف حقیقت، خلاف واقعیت مناظر پیش کرنے کی جگہ اور کوئی نہیں اس سے زیادہ ظلم فطرت پر کیا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی عورت کو روز اک نئے مرد کی محبوبہ بننا پڑتا ہے، جب کہ وہ شاید اُن میں سے کسی کو بھی

معلوم

نہیں یا کسی ایک کو چاہتی ہوگی اور اگر اسکو مطلقاً کسی سے الفت ہی نہیں تو وہ کیا خاک جذبات محبت کو سمجھے گی اور انہیں ادا کریگی۔"

محمود "نہیں یہ مقصود نہیں کیونکہ ایک حد تک میں خود اسکو پسند نہیں کرتا لیکن میں....

شہاب۔ (اُس جملہ کو پورا کرتے ہوئے) یہ چاہتا ہوں کہ مس اختر کو دیکھوں اور غور کروں کہ وہ کیوں اسقدر مشہور ہیں!"

محمود "ہاں بس یہی سمجھ لو"

شہاب "خیر، چونکہ موسیقی سے تمہیں خاص مناسبت ہے اور مجھے نقاشی و مصوری سے اسلیئے چلا چلوں گا تم اُن کا گانا سننا اور میں اُن کی صورت دیکھونگا۔

اب شام کی تاریکی پھیل گئی تھی اور برقی روشنی ہو چکی تھی، اختر جو اس گفتگو کو سُن رہی تھی اپنی عرق آلود پیشانی پونچھتی ہوئی وہاں سے اُٹھ گئی۔

(۴)

"پیارے محمود کیا اب نہ آؤ گے، تم تو صرف ایک ہفتہ کے لیئے کہہ گئے تھے اور آج پورے پندرہ دن ہوگئے، اگر تم کو جلد آنا منظور نہ تھا تو مجھ سے کہہ جاتے، میں کیا تمہیں منع کرسکتی تھی، مجھے کیا اختیار تھا کہ کہتی "نہ جاؤ" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں آخر ایسا کیا کام ہے، صرف شہاب کی معیت میں ان کے اصرار پر تم گئے تھے، تو کیا جب تک وہ نہ آئینگے، تم بھی نہ آؤ گے، فرض کرو کہ وہ کبھی نہ آئیں، تو پھر تم کیا کروگے، مجھے چھوڑ دوگے، مجھ سے کبھی نہ ملوگے خدا جانے کتنی مرتبہ ارادہ کیا کہ میں بھی آجاؤں، لیکن جس بات کے لیئے دل بیچین ہوتا ہے اُسکو کبھی نہیں پاتا، میں جانتی ہوں کہ نہیں جاسکتی، میں سمجھتی ہوں کہ تم تک نہیں پہونچ سکتی لیکن جی یہی چاہتا ہے، دل اسی کے لیئے بیقرار ہے، تمہاری تحریریں بھی اتنی مختصر آتی ہیں کہ اُن سے یہ تو معلوم ہوجاتا ہے کہ تم اچھی طرح ہو اور شاید خوش، اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہاں کر کیا رہے ہو، اور کب تک وہاں ٹھہرنے کا قصد ہے، رات دن سیر و تفریح سے

تمہارا جی بھی نہیں گھبراتا مجھے بمبئی پر کیا کیا رشک ہے، کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے اور کسقدر غصہ ہے کہ وہ تمہارا دامن ہی نہیں چھوڑتی، تم کو مجھ سے ملنے ہی نہیں دیتی، دل میں خدا جانے کیا کیا وہم گزرتے ہیں، تمہارے نہ آنے سے عجیب عجیب باتیں ذہن میں آتی ہیں لیکن خدا جانے مجھے کیوں تمہاری محبت کا اسدرجہ یقین ہے، کہ فوراً ہی تسکین بھی ہو جاتی ہے، اور سمجھتی ہوں کہ تم اب آتے ہی ہوگے، تمہارا اب وہاں جی نہ لگتا ہوگا، محبت بھی کیسی خود غرض ہے کہ میں چاہتی ہوں تم وہاں پریشان ہو جاؤ۔ حالانکہ یوں تمہاری اونی سی تکلیف میرے لیے سوہان روح ہے، خدا کرے تم اس کے جواب میں مجھے یہ لکھو کہ فلاں تاریخ کو پہونچتا ہوں۔"

تمہاری سکینہ

جسوقت شہاب و محمود ساحل سے ہوٹل واپس آئے، تو محمود کو یہ تحریر ملی جس کو اس نے پڑھا اور پڑھتے ہی ایک خاص خیال میں مستغرق ہوگیا، شہاب سمجھ گیا تھا کہ سکینہ کا خط ہے اور یہ معلوم کر لینے کے بعد یہ سمجھ لیا کہ اس کا مضمون کیا ہوگا، کوئی ایسی مشکل بات نہ تھی، شہاب خود کبھی کسی سے سوال کرنے کا عادی نہ تھا اور جب تک دوسرا اس سے کوئی ذکر نہ کرتا وہ اپنی طرف سے گفتگو کی ابتدا بہت کم اور صرف ضرورت کے مطابق کرتا اسلیئے اس نے کپڑے اتارنے کے بعد بستر کے قریب کرسی گھسیٹ لی اور ایک انگریزی رسالہ جسے وہ بازار سے واپسی میں لیتا آیا تھا، کھول کر دیکھنے لگا، اسکی عادت تھی کہ وہ تصویریں دیکھ رسائل انگریزی کو پسند کرتا اور فرصت میں سب سے پہلے وہ انہیں تصاویر کو ایک ایک کر کے دیکھتا اور کوشش کرتا کہ بغیر مطالعہ مضمون کے محض تصویر کا انداز دیکھ کر سمجھ لے کہ کس محل کی تصویر ہے، اور کن جذبات سے متعلق ہے، بہت کم ایسا ہوتا کہ اسکی رائے غلط نکلتی، اور اسطرح وہ اپنے ذوق نقاشی کی خود ہی داد دے لیا کرتا تھا۔

اس نے برقی شمع کے سامنے جو اس کے روبرو میز پہ ایک سبز ریشمی فانوس کے اندر قائم تھی، سب سے پہلا صفحہ رسالہ کا کھولا اور اسمیں بالکل کھو گیا۔ .... "ایک دریا اپنے پورے نوچ کے ساتھ جاری ہے اور نگاہ کو سوائے اُس سلسلۂ کوہ کے جو ایک طرف ساحل کے کنارے سے شروع ہوتا ہے، اور اُس وسیع ریگستان کے جو دوسرے ساحل کی ابتدا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں نظر آتی، جو اس منظر کی دلکش وحشت اور پُرسکون ویرانی کو غارت کرنے والی ہو، چاند ایک پہاڑی کی چوٹی سے بلند ہو کر (ابھی) چادر سیمیں پھیلا چکا ہے، اور جسمیں پانی کی موجیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس چادر کی شکنیں ہیں جن کو ہوا نکالنا چاہتی ہے، لیکن بجائے مٹنے کے وہ اور زیادہ بڑھتی جاتی ہیں دریا میں ہچکولے کھا کھا کر نیلوفر کے پھول کنارے آ لگے ہیں اور چکور اپنے پر پھیلائے ہوئے بیتابانہ چاند کی طرف پرواز کو بلند کیے جا رہا ہے۔ فطرت کے اس اچھوتے خلوت کدہ میں، قدرت کی اس سادہ خوابگاہ میں ریگستان پر تین جوان لڑکیاں شانہ و سر کھولے کھڑی ہیں اُن کے ملبوس کا دامن ہوا میں اُڑ رہا ہے، اور اُن کے لانبے لانبے بالوں کے سیاہ پرچموں سے چاندنی ہوا کے ساتھ مِل مِل کر کھیل رہی ہے، اسی وقت ننھا کیوپڈ اپنا تیر و کمان سنبھالے ہوئے سامنے سے نظر آتا ہے، جس کو دیکھ کر لڑکیاں سہم جاتی ہیں، باہم ایک دوسرے سے خوف زدہ ہو کر لپٹ جاتی ہیں اور کیوپڈ ایک خاص شاہانہ انداز سے پوچھتا ہے کہ: ۔

"اس سرزمین عشق و محبت میں کون اسوقت گستاخانہ پھر رہا ہے"

یہ تھا تصویر کا منظر جسکو دیکھ کر شہاب خدا جانے کس عالم میں پہونچ گیا اور وہ بالکل بھول گیا کہ محمود ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کیا کر رہا ہے، کس حال میں ہے، پورے تین منٹ اسی استغراق میں گزر گئے، یہاں تک کہ محمود نے تھک کر اُس سے پوچھا کہ "شہاب کیا دیکھ رہے ہو؟"

سہاب نے چونک کر فوراً کتاب بند کر دی اور پھر کچھ سوچنے لگا، اُسکی آنکھیں اسوقت چمک رہی تھیں، اُس کے چہرہ پر ایک خاص رنگ تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اسپر کوئی غیر معمولی کیف طاری ہے، تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد محمود اپنی جگہ سے اٹھا اور ارادہ کیا کہ شہاب کے سامنے سے رسالہ اٹھا کر خود دیکھے لیکن شہاب نے آہستہ سے روک دیا اور بولا کہ:-

محمود "تم اسوقت دیکھنے کی کوشش نہ کرو، ورنہ ممکن ہے فطرت تم سے برہم ہو جائے"

محمود:- "کیوں، کیا تم نے مجھے اسقدر گستاخ سمجھ لیا ہے، میں اور فطرت کی توہین کروں، یہ تم پہلے شخص ہو جس نے میرے متعلق اس قسم کی رائے قائم کی اور شاید تمہاری زندگی میں بھی یہ پہلا موقعہ ہے کہ میری طرف سے ایسا اندیشہ تمہارے دل میں پیدا ہوا"

شہاب "جس وقت انسان اپنی کیفیات قلب سے مغلوب ہو جائے اُسوقت مناظر روحانی سے سروکار رکھنا غلطی ہے، کیونکہ ایسی صورت میں قلب ہمیشہ روح پر غالب آجاتا ہے اور روح جس کی نزاکت اس امر کی بھی متحمل نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کوئی شکوہ یا تردید پیش کرے افسردہ و مضمحل ہو جاتی ہے اور میرے نزدیک اس سے زیادہ توہین فطرت کی اور کوئی نہیں ہو سکتی"

محمود "آپ کے ہاں قلب و روح الگ الگ دو ایسے مقام ہوں گے کہ یہاں کی چیز وہاں اور وہاں کی یہاں نہ آسکتی ہو گی، مگر میں تو ایسا نہیں سمجھتا، میرے نزدیک حسیات قلب کا حد سے بڑھ جانا عین روحانیت ہے اور اسلیئے اگر کوئی شخص تاثرات قلبی سے سخت مغلوب ہو گیا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسپر جذبۂ روحانی طاری ہے، اور اسلیئے اگر میں تسلیم بھی کر لوں کہ اسوقت تاثرات سے مغلوب ہوں تو میں زیادہ مستحق دیکھنے کا ہوں نہ کہ تم جس کے سینہ میں قدرت دل رکھنا شاید بھول ہی گئی ہے"

شہاب "یہ تم نے بالکل صحیح کہا کہ قدرت نے میرے سینہ میں دل رکھا ہی نہیں اور شاید یہی سبب ہے کہ جو جذبات میرے اندر پیدا ہوتے ہیں وہ تمہارے جذبات سے بالکل جدا

ہیں، اور میں سمجھ سکتا ہوں کہ روح کیا چیز ہے اور اسکی بتیا بیاں کیا، جس کو اگر تم جانتے بھی ہو تو (اپنے قول کے مطابق) صرف قلب کے ذریعہ سے حالانکہ میری روح براہ راست مجھ سے گفتگو کرتی ہے، پھر ایک مسئلہ روحانی میں تمہارا قول زیادہ مستند ہو سکتا ہے، یا میرا؟

ظاہر ہے کہ میری رائے زیادہ ہوگی، اور اسلئے تمہیں عمل کرنا چاہیئے اگر میں یہ کہتا ہوں کہ اسوقت یہ رسالہ نہ دیکھو۔"

محمود: "جب تم تاثرات قلب سے آگاہ نہیں تو تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ جذبات قلب و روح میں اختلاف ہے۔"

شہاب: "اسلئے کہ قلب و روح دو جدا جدا چیزیں ہیں، تم لوگ جو صرف قلب ہی کو روح سمجھتے ہو کیا جان سکتے ہو کہ کیسی سخت غلطی میں مبتلا ہو اور تمہاری روحیں تم سے کسقدر آزردہ ہیں۔"

محمود: "کیا کہوں شہاب میرے بس کی بات نہیں ورنہ میں تمہیں کہیں محبت میں مبتلا کر دیتا اور پھر پوچھتا کہ کہیئے قلب کا کیا حال ہے، اسوقت روح پر کیا بن رہی ہے، تم کہتے اور میں کہتا کہ یہ تو صرف قلب کا تاثر ہے روح کو اس سے کوئی واسطہ نہیں، تم بگڑتے اور میں خوش ہوتا، تم تڑپتے اور میں مسرور ہوتا، مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں کر سکتا اسلئے سنتا ہوں جو تم کہتے ہو اور برداشت کرتا ہوں جو سنتا ہوں، آزاد ہو، خلش سے نا آشنا ہو، جس طرح چاہو حکیم بن لو، فیلسوف ہو جاؤ۔ محبت کرنے کا سلیقہ ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دل جب تک مبتلا نہیں ہے سب کچھ ہے، لیکن جہاں مبتلا ہوا پھر وہ خود کچھ نہیں رہتا، یہاں تک کہ وہ تپش کو بھی محبوب ہی کی جنبش نگاہ سمجھتا ہے، یہ تو ساری ہوش کی باتیں ہیں کہ روح کیا ہے اور قلب کیا، اس کے تاثرات کیا ہیں اور اس کے کیا، وہ کب پیدا ہوتے ہیں اور یہ کسوقت، لیکن جہاں یہ ہوش جاتا رہا تو پھر یہ خبر بھی نہیں

ہوتی۔ کہ دل کہیں تھا بھی یا نہیں اور اگر تھا تو اب وہ کہاں ہے، آہ! شہاب اگر کبھی تم محبت کرنے لگو تو خدا جانے کیا ہو جاؤ۔"

شہاب:" ہو کیا جاؤں، زیادہ سے زیادہ "تم" ہو جاؤں گا۔ اور تمہیں میں خوب جانتا ہوں اسلیئے سمجھ سکتا ہوں کہ محبت کرنے کے بعد انسان عقلمند نہیں رہتا۔"

محمود:" یہ سچ کہتے ہو کہ میں عقلمند نہیں ہوں اور نہ ہو سکتا ہوں۔ لیکن شاید یہ تمہیں سن کے حیرت ہوگی کہ میں اپنی بیوقوفی کو صد ہزار دانش و فراست کے عوض بھی دینا پسند نہیں کرتا اور اسی پر مسرور رہوں۔"

شہاب:" یہ صحیح ہے، آخر تکمیل حماقت کا کوئی درجہ ہونا تو چاہیئے، اگر کوئی ایسا نہ کرے تو سرخیل عشاق کیونکر بنے۔"

محمود:" خیر، اس بحث سے کیا فائدہ، یہ تو بتاؤ کہ تم نے اسوقت یہ کیسے معلوم کر لیا کہ میں اپنی کیفیات قلب سے مغلوب ہوں، اور حسن فطرت کا صحیح لطف نہ اٹھا کر میں اس کی توہین کرنے والا ثابت ہوں گا۔"

شہاب:" ایک عورت کی تحریر اکثر و بیشتر قلب ہی کو متاثر کرتی ہے اور سکینہ بھی شاید عورت ہی ہے۔"

محمود۔ شاید کیا معنے یقیناً سکینہ عورت ہے، لیکن میں تمہارے اس دعوے کو تسلیم کرنے کے لیئے آمادہ نہیں کہ عورت کی تحریر صرف قلب ہی کو متاثر کرتی ہے، اور روح کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اگر اسے تسلیم کر دوں تو بھی ممکن ہے کہ سکینہ اُن عورتوں میں نہ ہو۔

شہاب (مسکرا کر) سو اس کا بار ثبوت تمہارے اوپر ہے کہ سکینہ ان عورتوں میں نہیں ہے اور اسلیئے جب تک یہ ثابت نہ کرو گے میں تمہیں کتاب نہ دیکھنے دونگا۔

محمود:" بتاؤ میں کیونکر ثابت کر سکتا ہوں، یعنی کسطرح تم اس کا یقین کر سکتے ہو۔"

شہاب :۔ تمہارے نزدیک یہ بہانہ تھا کہ آج تھیٹر جانے کا قصد کیا اور مجھے بھی مجبور کیا تھا، چلو گے یا نہیں؟

محمود :۔ بیشک۔

شہاب :۔ (افسردہ ہوکر) افسوس ہے کہ میں نے تم سے بالکل خلاف توقع جواب سنا، اب اس سے زیادہ ثبوت مجھے اور کیا مل سکتا ہے، تم کہتے ہو کہ سکینہ کی تحریر تمہارے جذبات روحانی میں تحریک پیدا کرتی ہے، حالانکہ تاثر قلب کی صورت میں بھی کوئی شخص اس سے جدا ہونا پسند نہ کریگا، چہ جائیکہ تاثرات روحانی سے مغلوب ہونے کی حالت میں۔

محمود :۔ (ذرا پریشان ہوکر) میں نے یہ کہا تھا کہ اسوقت میرا قلب متاثر ہو رہا ہے نہ روح کی کیفیات کا ذکر کیا تھا، خود تمہیں نے فرض کر لیا کہ صرف میرا قلب متاثر ہے، اسلیئے کتاب نہ دیکھنے دی کہ وہ عالم روحانیت سے متعلق تھی اور پھر آپ ہی تھیٹر جانے کا سوال کر کے یہ سمجھ لیا کہ میرا قلب بھی متاثر نہیں، چلو یہی سہی، اب تو کتاب دیکھنے دو کیونکہ میں اسوقت تمہارے ہی خیال کے مطابق تاثرات قلبی سے بھی مغلوب نہیں ہوں۔

شہاب :۔ اب میں تمہیں اسلیئے نہ دکھاؤنگا کہ جب سکینہ کی تحریر بھی تمہارے قلب کو متاثر نہ کر سکی تو تم ایسے کہاں کے سخی ہو کہ محض ایک تصویر کو اپنی روح میں سے کچھ دیدو گے۔

محمود :۔ دیکھو شہاب خدا کے لیئے مجھ کو اس حد تک مجبور نہ کرو کہ میں بالکل اپنی زندگی سے بیزار ہو جاؤں اور کسی دن تنگ آکر جان دیدوں، تمہارے اصرار سے میں یہاں صرف اسلیئے آگیا تھا کہ شاید سکینہ کا خیال کچھ کم ہو جائیگا، اور اسطرح میں مسئلہ نکاح کو کچھ دنوں کے لیئے التوی کر کے غور کر سکونگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے، میں نے یہاں آکر کوشش کی کہ اپنے جی کو بہلاؤں اور اپنے تئیں اسکی یاد سے زیادہ متاثر نہ ہونے دوں، لیکن یہ کیا قیامت ہے کہ اب تمہیں مجھے ملامت کرتے ہو، اور برا

سمجھتے ہو، آخر تمہارا مقصد کیا ہے، مجھے نہ زندہ رہنے دیتے ہو نہ مرجانے کا حکم ہے پھر میں آخر کس نوع کی زندگی بسر کروں میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ تم مجھ سے چاہتے کیا ہو؟"

شہاب "صرف ناکامی، بیقراری اور کبھی کبھی اسی نوع کی برہمی اور بیزاری"
محمود یہ سنکر تاب نہ لاسکا اور بے اختیار ہو کر اُٹھ بیٹھا اور کمرہ میں ٹہلنے لگا۔ شہاب نے پھر کتاب اٹھالی اور نہایت اطمینان و سکون سے دیکھنے لگا، گویا کوئی بات ہی نہ ہوئی تھی۔

ٹھیک جس وقت سامنے کی گھڑی آٹھ بجا رہی تھی ٹن ٹن ٹن ٹن ...... ہوٹل کی عالیشان عمارت میں گونجنے لگا اور شہاب نے دیوار کے برقی بٹن کو دبایا، خادم آیا، شہاب نے اس سے کہا کہ "ہم دونوں اسوقت کھانا نہیں کھائیں گے" محمود جو اسوقت شہاب پر سخت برہم تھا اور اس سے انتقام لینا چاہتا تھا بولا "کیوں میرے کھانے کو کیوں منع کردیا"

شہاب "اسلیئے کہ کھانا کھانے کے بعد تھیٹر جانا بیکار ہے"
محمود "اور جاتا کون ہے"
شہاب "میں اور میرے ساتھ تم"
محمود "میں تو نہ جاؤنگا"

شہاب "تو اور زیادہ قوی وجہ تمہارے کھانا نہ کھانے کی ہے، کیونکہ جو شخص اسقدر مغموم ہو کہ اپنی غذائے قلب ترک کردے، اسکو غذائے جسمانی کی پرواہ کیا ہوسکتی ہے"
محمود نے جاکر برقی بٹن دبایا تاکہ خادم کو بلائے اور اپنے کھانے کے متعلق حکم دے کہ یہیں لاؤ۔

شہاب نے محمود کے اس انداز کو سمجھا اور خاموش رہا، لیکن جب خادم آیا

توشہاب نے ایک نگاہ محمود پر ڈالی اور نہیں کہا جا سکتا کہ اسکی نگاہ میں کیا اثر تھا کہ محمود کی زبان سے کھانے کے متعلق ایک لفظ نہ نکلا اور صرف برف آب لانے کا حکم دیکر اسکو رخصت کردیا۔

اسمیں شک نہیں کہ محمود بسا اوقات شہاب کی باتوں سے اسقدر بیزار ہوجاتا تھا کہ وہ گھبراکر دل میں عہد کرلیتا تھا کہ اب اس سے نہ ملونگا۔ لیکن خدا جانے شہاب کا کیا اثر تھا، وہ کیسی قوت مقناطیسی تھی جو محمود کو مجبور کیئے ہوئے تھی کہ وہ انتہائے غضب کی حالت میں بھی اُسکی مخالفت نہ کرسکتا تھا۔ محمود مغموم تھا، خاموش تھا، اور اُسکی حالت ہرگز اس قابل نہ تھی کہ وہ اسوقت کسی سیر و تفریح میں حصہ لے سکے۔ لیکن جب ۹ بجے کا وقت قریب آگیا اور شہاب نے گاڑی طلب کرکے محمود سے کہا کہ "چلو" تو وہ انکار بھی نہ کرسکا۔ اور شہاب کے ساتھ ساتھ اسی طرح ہو گیا، جیسے کوئی اُس کے گلے میں زنجیر ڈالے ہوئے لیئے جارہا ہے۔

تھئیٹر ہال اوپر برقی روشنی سے اور نیچے درخشانی حسن سے جگمگا رہا تھا، بمبئی کا بہترین حسن اور حسن کی بہترین خودآرائیاں تہذیب و تمدن کے بہترین ملبوس اور ملبوس کی بہترین زرکاریاں، جلوۂ بے محابا کی بے پناہ عشوہ باریاں ناز و کرشمہ کی محشرخیز فسوں زائیاں جمال کی بے نیازیاں، آرائشوں کی دلربائیاں رنگین و معطر ساریاں اور ان ساریوں کی وہ ایماں طلب عریانیاں، یہ تھا وہ تھئیٹر ہال جہاں محمود و شہاب پہونچے اور کسی نہ کسی طرح اس سیلاب رنگ و نعطر اس طوفانِ حسن و نور کو عبور کرتے ہوئے اپنی اُن کرسیوں تک پہونچے جن کو انہوں نے شام ہی سے اپنے لیئے مخصوص کرالیا تھا، پردہ اٹھا اور تماشہ شروع ہوا۔

(۵)

حسن، جبکو اپنی شراب کے رسا ہونے کا علم اُسوقت ہوتا ہے جب اسمیں یہ خواہش

بیدار ہو کہ وہ راتوں کو سونے نہ دیا جائے، گزرنے والی رات اسکی مست بیداریوں کے افسانوں کی دولت لیئے ہوئے رخصت ہو چکی ہے اور حسن جو ابھی ابھی سویا ہے سو رہا ہے!

جوانی جسکو اپنی سرشاریوں کا ہوش صرف اسلیئے ہوتا ہے کہ ہر شام اُسے انتظار نظر آنے لگے، اور سہرات آغوش بیدار، ختم ہو جانے والی رات اُس کے نشہ کی کیفیات سے مالامال ہو کر جا چکی ہے، اور جوانی جو انگڑائیاں لیتے لیتے ابھی تکیے سے سہارا لیکر کچھ غافل سی ہو گئی ہے، ہنوز بے خبر ہے، اسلیئے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ بمبئی کچھ نہیں ہے مگر کاشانۂ حسن و خوبی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت سارا شہر اک گہرے سکوت خواب میں ملفوف ہے اور اُسی وقت جبکہ دنیا کی ہر چیز جاگ اُٹھنا چاہتی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ بیدار ہو جانے کے لیئے بیتاب ہے، بمبئی سو رہا ہے اور سوتے رہنے کے لیئے بے اختیار!

اللہ کی اُس مخلوق کا ذکر نہیں جو بمبئی میں صرف اسلیئے آباد ہے، کہ اپنی محنت اپنی رات دن کی مشقت و جانکاہی کا عوض صرف اسقدر چاہے کہ دولت اُسے ٹھکرا نہ دے، جاہ و امارت اُس کے تمام ثمرات محنت حاصل کر لینے کے بعد صرف ایک خشک سی نان جویں دیکر اُسے ہمیشہ کے لیئے اپنا غلام بنا لینے سے انکار نہ کر دے، قیمتی موٹروں اور زرق برق گاڑیوں میں متمکن رہنے والا حسن اُسکی عرق آلود پیشانی کے نتائج سعی سے اپنی حسین گردن کے لیئے موتیوں کا ایک خوشنما ہار مہیا کر لینے کے بعد صرف اس بات کی اجازت دیدے کہ وہ اپنی شبانہ روز مشین کی طرح حرکت کرنے والی زندگی کو اُس کے لیئے وقف کر دے، ہاں ایسی مخلوق، بمبئی کے اس حصۂ آبادی کا ذکر نہیں کہ اُن کی زندگی تو صرف ایک دن ہے اور انکی حیات یکسر اضطرار و اضطراب، مگر بمبئی کی آبادی کا وہ عنصر عظیم جس نے رات کو دن بنا لیا اور دن کو رات کر لیا، ہاں یہ

آبادی جسکی ہر رات، دن سے زیادہ روشن صدہا مثالیں غیر معصوم بیداریوں کی پیش کر سکتی ہے، جس کی رات کا ہر ہر لمحہ۔ ایک اخلاق شکن کہانی، ایک دشمن تہذیب دفتر معاصی، اک عدوئے انسانیت داستان وحشت و درندگی ہے ہنوز محو خواب ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے عیش و آفرینش کی خستگی، وہ خستگی جو ہمیشہ ایسے دل کھول کر آزادی و بے باکی کے ساتھ لہو و لعب میں پڑ جانے والے دماغ پر مستولی ہو جاتی ہے، کب تک دور ہوگی، اور اسکی آنکھ گھڑی کے کس گھنٹہ کی آواز سے کھلے گی۔

محمود رات کو تھیٹر سے واپس آنے کے بعد غافل ہو کر سو گیا۔ لیکن سہاب جو کبھی سونے کا معمولی وقت گزر جانے کے بعد نہیں سوتا تھا جاگتا رہا، اپنے کمرہ میں دیر تک کرسی پر دراز ہو کر رات کے واقعات، تماشہ کی کیفیات وہاں کے کوائف و حالات پر غور کرتا رہا اور طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل محمود کے لیئے یہ تحریر میز پر رکھکر کہ

"۸ بجے تک ساحل چرچ گیٹ پر انتظار کرونگا"

باہر نکل کھڑا ہوا۔

سہاب فطرتاً مظاہر قدرت سے نہایت گہری دلچسپی لینے والا دل رکھتا تھا، وہ صبح کی پرسکون کیفیات اور شام کے رنگین مناظر کو دیکھ کر گھنٹوں ان میں مستغرق رہتا اور پھر اسوقت دنیا کی کسی چیز کی اسکو پرواہ نہ ہوتی، یوں تو وہ فطرۃً حد درجہ بے پروا تھا لیکن ایسے اوقات میں تو استغناء اس کے ہر ہر انداز سے اور بے نیازی اسکی ہر ہر نگاہ سے ٹپکنے لگتی تھی۔

ساحل پر اک سکون مطلق طاری ہے، صبح کی سپیدی ہر ہر چیز کو شگفتگی میں تبدیل کرتی ہوئی سیلاب کی طرح بڑھتی جا رہی ہے، اور سمندر کی اونچی اونچی لہریں قہقہوں کے ساتھ شور کرتی ہوئی آتی ہیں اور ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر پانی کی ایک وسیع چادر پھیلاتی ہوئی [illegible] جاتی ہیں۔ سہاب پتھروں پر ایک کروٹ سے لیٹا ہوا سر کو

ہات پر بلند کیئے ہوئے دیکھ رہا ہے، اُس کے چہرہ سے، جس کو اسوقت متبسم کہہ سکتے ہیں ایک ایسا اطمینان پیدا ہے جسکو دیکھکر اگر سمجھا جائے کہ شاید یہی وہ سکون ہے جس کے لیئے سمندر کی موجیں بیتاب نظر آتی ہیں تو غالبًا ناروا نہ ہوگا۔

روشنی اچھی طرح پھیل گئی تھی اور آفتاب اپنے دامن کی دولت زر چاروں طرف بکھیرتا ہوا نمودار ہو ہی رہا تھا، کہ محمود بھی آگیا اور آتے ہی اُسنے شہاب سے پوچھا کہ:۔

"تم نے مجھے کیوں نہ جگا لیا، بڑے خودغرض ہو؟"

شہاب: "تم بھی ایسے ہی ہو، تم نے مجھے کیوں نہ سلایا؟"

محمود: "مجھے معلوم تھا کہ تم اب نہ سوؤگے"

شہاب: "میں بھی جانتا ہوں کہ تم ابھی نہ جاگوگے"

محمود: "مگر تمھارا یہ خیال غلط نکلا۔ دیکھو میں جاگ اُٹھا کہ نہیں؟"

شہاب: "ہاں اسوقت جب میں بھی سو سکتا ہوں"

محمود: "شہاب، تم اسوقت مجھے بہت مسرور نظر آتے ہو، ایک بات کہتا ہوں، ایک التجا کرتا ہوں، اگر مان جاؤ دیکھو انکار نہ کرنا اور نہ کر دینا"

شہاب: "میں ہر وقت مسرور رہتا ہوں یہ بات دوسری ہے کہ تمھیں یا کسی کو ایسا نظر نہ آؤں، لیکن اگر میری مسرت تمھارے اندر کوئی ایسی جسارت پیدا کر سکتی ہے، کہ کوئی بات خوف و احتراز کی ایسے وقت میں کہہ سکو تو میں اسکو تمھاری کمزوری سمجھونگا، اور اپنے لیئے ایک مصیبت، اسلیئے میری مسرت سے یہ فائدہ تو نہ اٹھاؤ، یوں مجھ سے کہو میں کبھی انکار نہ کرونگا، اگر منظور کر سکا"

محمود: "(شہاب کی اس گفتگو سے کچھ مضمحل ہو کر) خیر جانے دو۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تم اسوقت سنجیدگی سے میری گفتگو سنوگے اور جواب دوگے، لیکن معلوم ہوا کہ اب تم سے کبھی اسکی توقع کرنا سخت حماقت ہے"

شہاب ''یقیناً حماقت ہے، اگر میری سنجیدگی سے کوئی شخص ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا رہا ہے کہ تم کیا کہتے اور میں کیا جواب دیتا، سوا اس کے متعلق میں بغیر اس کے کہ تمہارے سوال کو ظاہر کروں جواب دیئے دیتا ہوں کہ ''تمہیں اختیار ہے، میں تو ابھی اور قیام کرونگا کس وقت کی گاڑی سے جانے کا قصد ہے؟''

محمود ''میں جسقدر تمہاری برہمی سے ڈرتا ہوں، اسیقدر تم کو برہم پاتا ہوں، تمہاری اس نوع کی اجازت اگر میرے لیئے کافی ہوتی تو بغیر حصول اذن بھی میں جاسکتا تھا''

شہاب ''محمود، تم نے اس سے قبل بھی کئی بار میری برہمی کا ذکر کیا لیکن میں خاموش رہا، آج تم نے پھر یہی الزام مجھ پر رکھا، دیکھو پھر ایسا نہ کہیئے تم کو جان لینا چاہیئے کہ میں کبھی کسی سے برہم نہیں ہو سکتا، کیونکہ میرے نزدیک اس سے زیادہ لغو حرکت اور کوئی نہیں، وہ شخص جو کبھی کسی سے کوئی توقع قائم نہ کرے۔ اسکو عالم کی کوئی چیز ناخوش نہیں کر سکتی، ناخوشی نام ہے صرف آرزو کی مایوسی کا، تمنا کے اضمحلال کا اور تمہیں معلوم ہے کہ میں اس معاملہ میں کسقدر آزاد ہوں۔ ساری کائنات میں وہ چیز جس کے ساتھ اپنی تمناؤں کو وابستہ کر سکتا ہوں صرف فطرت ہے اور مجھے یقین ہے کہ فطرت کبھی میری آرزوؤں کو پامال نہ کریگی، کیونکہ میں اس سے اسکی صرف وہ دولت طلب کرتا ہوں جو وہ عالم کی تمام مخلوق کو روزہر وقت لٹاتی رہتی ہے، اگر آفتاب اپنے طلوع وغروب کی رنگین ادائیاں بدل سکتا ہے، اگر تارے فضائے آسمان میں راتوں کو جگمگانا فراموش نہیں کر سکتے، اگر ہلال اپنی کشتی سیمیں کو آسمان کے وسیع و بے پایاں نیل میں چھوڑ دینا بھول نہیں سکتا ہے، اگر چاندنی رات ہی کو ہو سکتی ہے دن کو نہیں، اگر دھوپ دن ہی میں نظر آسکتی ہے رات کے وقت نہیں، تو تم مطمئن رہو کہ پھر مجھے کوئی غم نہیں اور نہ میرے مغموم ہونے کی کوئی صورت، لیکن اگر فطرت اپنے اس نظام کو درہم برہم کر سکتی ہے، تو یقیناً اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ مجھے بھی

تباہ وبرباد، برہم و مایوس کرے، لیکن جب تک فطرت کا یہ نظام قائم ہے اور اس کے اصول برقرار، میں ایک بادشاہ ہوں اور بادشاہ بھی وہ جسکی حکومت غیر محدود ہے، اور جسکی سلطنت کی وسعت بے پایاں، میں دیکھتا ہوں کہ سمندر کی بیتابیاں موج ہیں، اور موج کی بیتابیاں سمندر، اگر تم سے ممکن ہے تو میرے نظارہ سے اس لطف کو چھین لو، میں سنتا ہوں کہ لہروں کی روانی اک زبان ہے اور اس زبان کی روانی ایک طوفان تکلم، اگر تم سے ہوسکتا ہے تو میرے سامعہ کو اس ذوق سے محروم کردو اور پھر مجھ پر بھی کچھ الزام رکھو ورنہ یوں تو جب تک بہار و خزاں، شگفتگی و فسردگی، صبح و شام، سیاہ و سپید دو الگ الگ چیزیں ہیں، میں دنیا اور دنیا والوں کے لیئے بیکار ہوں نہ ان کی ایذا کا مجھ پر کوئی اثر ہوسکتا ہے، اور نہ اُن کے لطف و رحمت کا، اسمیں کلام نہیں کہ سارے عالم میں محمود صرف تمہارا ہی ایک وجود ایسا ہے جسکی نسبت مجھے علم ہے کہ میری زندگی میں اُس کا ایک حصہ شامل ہے اور میں اُس سے متاثر بھی ہوتا ہوں، لیکن شاید تمھیں خبر نہیں کہ میں تمھیں بھی مناظر فطرت کا ایک خوش سواد منظر سمجھتا ہوں اور اسلیئے تمہارا ہر تغیر میرے اوپر وہی اثر کرتا ہے جو مناظر فطرت کا تغیر، جس وقت تم میرے پاس نہیں ہوتے، میں مضمحل ہوجاتا ہوں بالکل اسی طرح جیسے ایک شگفتہ گلاب کو گرم ہوا کے جھونکے سے کمہلاتے ہوئے دیکھ کر۔ میں تمہارے نکاح سے اختلاف کرتا ہوں، بالکل اسی طرح جیسے میرے سامنے کوئی شخص ایک نازک درخت کی شاخیں یا اُس کا تنہ کاٹنے لگے اور میں اُسپر راضی نہ ہوں آج تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ "جاؤں" میں کہتا ہوں "جاؤ" کیونکہ مجھے یقین ہوجاتا ہے کہ فطرت نے اس درخت میں گھن لگا دیا ہے، اور شاید وہ اپنی زندگی پوری کرچکا ہے، پھر اگر کچھ دن قبل یوں ہی قطع کرکے اُسکی حیات ختم کردی گئی تو کیا؟ میں سمجھونگا کہ قدرت نے اپنا ایک لطف مجھ سے چھین لیا اور اس کے لئے اپنے دل کا ایک کونہ اس بتاہی پر ماتم کرنے کے لیئے ہمیشہ کے واسطے ویران کرلوں گا، اور کبھی کبھی جب مجھے ضرورت ہوگی تو تم کو

یاد کرکے نہیں بلکہ صرف دل کی اُس ویرانی کو دیکھ کر رو لیا کرونگا، رہا یہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں، سو ایسا ظلم تو مجھ پر روا نہ رکھو یہ میرے بس کی بات نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ باغ سے روز بیشمار پھول شاخوں سے جدا کرکے خاک میں ملا دیے جاتے ہیں لیکن یہ کیا لازم ہے کہ میں انسان کی اس وحشت و درندگی کو خود اپنی آنکھ سے دیکھوں بھی۔ یقین کرو کہ میں نے برہمی کے ساتھ تمہیں جانے کی اجازت نہیں دی، لیکن ہاں اسمیں میری یاس، میری حسرت، ضرور شامل ہے، سو اسکا دور کرنا تمہارے امکان میں نہیں اسلیئے مجھے تم سے کوئی شکایت بھی نہیں۔ محمود اب میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بھول جاؤں۔ قبل اسکے کہ سکینہ کی آغوش میں پہونچکر تم دنیا کے ساتھ مجھے بھی بھول جانے پر مجبور ہو جاؤ، اور یہ بھی صرف اسلیئے چاہتا ہوں کہ تم کو میرا بھلا دینا آسان ہو اور سطح چند دن تم نکاح کے پردۂ خیال پر مصنوعی نقش و نگار کی کیفیات فانیہ سے لطف اٹھالو۔ آہ! کاش دنیا حسن و قبح، حق و باطل میں تمیز کر سکتی اور سمجھتی کہ ہر وہ چیز جو چمکتی ہے سونا نہیں ہے"

محمود جو دیر سے آبدیدہ ہو رہا تھا، اب ضبط نہ کر سکا، اور بے اختیار اُسکی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ شہاب خاموش ہو گیا اور خاموشی سے اُس کے رونے کو دیکھتا رہا شہاب کے لیئے محمود کی حسین آنکھوں کو رُلانا نئی بات نہ تھی، چنانچہ اسوقت بھی محمود روتا رہا اور شہاب دیکھتا رہا، یہاں تک کہ محمود سخت افسردہ و غمگین شہاب کی طرف سے ذرا گردن موڑ کر ایک طرف کو ہو گیا۔ اور پورا آدھ گھنٹہ اسی حال میں گزر گیا، نہ شہاب سے محمود نے کوئی گفتگو کی اور نہ محمود سے شہاب نے، اب دھوپ تیز ہو گئی تھی اور بمبئی کا ہنگامہ شروع ہو چلا تھا، اسلیئے شہاب اٹھا اور اُسی کے ساتھ محمود بھی اور دونوں اپنی فرودگاہ پر پہونچ گئے۔

یہاں ان کا ایک دوست جو کچھ زمانہ سے بمبئی میں مقیم تھا انتظار کر رہا تھا اور

وہ سکوت جو شہاب و محمود پر طاری تھا قائم نہ رہ سکا اور سب سے پہلے محمود ہی کو بولنا پڑا۔ کیونکہ طفیل سے اسکے تعلقات دیرینہ تھے۔ شہاب نے کپڑے اتارے اور ایک کرسی پر بیٹھ کر طفیل کو اور اُس کے سراپا کو معہ اُس کے ملبوس کے نہایت غور سے دیکھنے لگا، طفیل محمود کے اُن دوستوں میں سے تھا جو فیشن کے رکھ رکھاؤ کے لیئے مشہور رہتے، حلقۂ احباب میں ہر فرد کو معلوم تھا کہ طفیل سے زیادہ خوش زندگی بسر کرنے والا اور اُس سے زیادہ اپنے اوقات کو لطف و مسرت میں گزار دینے والا اور کوئی نہ تھا، اس کا دستور العمل یہ تھا کہ ہر جذبہ صرف اسلیئے پیدا ہوتا ہے کہ پورا کیا جائے اور اسی کا نام زندگی ہے" اس کے ہاں ماضی و مستقبل کا مفہوم کوئی نہ تھا وہ صرف حال کو دیکھتا اور چاہتا کہ ہر ممکن صورت سے اُس کو کام میں لایا جائے، اُس کے نزدیک اخلاق صرف اس کا نام تھا، کہ کسی کے واسطے دل تو نہ دکھایا جائے، لیکن جو کچھ خدمت کسی کی ہو سکے کر دینا چاہیئے، بلالحاظ اس کے کہ یہ ہمدردی میں داخل ہے یا نہیں، چنانچہ بعض احباب کا خیال تھا کہ اس کا ایثار بھی بالکل فیشن کے لحاظ سے تھا اور اُسمیں تھوڑی سی نمود و نمائش بھی مقصود تھی بہرحال طفیل عجیب و غریب اصول کا آدمی تھا، اور اُسکی مرنجاں مرنج زندگی پر بعض احباب کو رشک تھا۔

طفیل نے جو شب گزشتہ کسی خاص وجہ سے تھیٹر نہ جا سکا تھا، سب سے پہلے ہی گفتگو شروع کی اور محمود سے سوال کیا کہ:۔ "اختر کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟"

محمود "مجھ غریب سے کیا پوچھتے ہو (شہاب کی طرف اشارہ کرکے) ان سے پوچھو"

طفیل "ہاں شہاب صاحب آپ فرمائیے"

شہاب "مجھے حیرت ہے کہ آپ جیسے اصول کا آدمی یہ سوال کرے۔ میں اگر آپکی جگہ ہوتا اور اختر کی نسبت وہ خیال قائم کر لیتا جو آپ نے قائم کیا ہے تو میں کبھی کسی سے سوال نہ کرتا اس ڈر سے کہ مبادا وہ اختلاف کرے یا اسمیں کوئی نقص بتائے اور پھر

خواہ مخواہ ناگوار معلوم ہو، آپ انہیں اچھا سمجھتے ہیں یقیناً وہ اچھی ہونگی، میں کیا عرض کر سکتا ہوں جب کہ میں نے انہیں صرف ایکبار دیکھا ہے؟"

طفیل: "تاہم اسوقت تک جو رائے آپ نے اُن کے فن ایکٹنگ کے متعلق قائم کی ہو میں وہی سننا چاہتا ہوں یقیناً میرا خیال اُن کی نسبت بہت اچھا ہے اور اسقدر یقین کے ساتھ کہ اگر آپ نہایت آزادی سے کام لے کر کوئی بُری رائے ظاہر کرینگے تو بھی مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا!"

شہاب: "پھر آپ کا پوچھنا اور میرا جواب دینا دونوں بیکار ہیں۔ کیوں آپ مجھے ایسی گفتگو پر مجبور کرتے ہیں جس سے متاثر ہونے کے لیئے آپ آمادہ نہیں۔ شاید آپ کو یقین ہے کہ میں بھی آپ کا ہم آہنگ ہونگا، اور اسلیئے آپ چاہتے ہیں کہ اپنی پسندیدگی و انتخاب کی داد مجھ سے حاصل کریں، اگر آپ کی خوشی اسی میں ہے تو لیجیئے میں بھی کہے دیتا ہوں کہ واقعی مس اختر ویسی ہی ہیں جیسی آپ کے ذہن میں مرتسم ہیں اور ان کا نظیر اسوقت دنیائے اسٹیج پر کوئی نہیں اور نہ شاید زمانہ آئندہ کوئی ایسی مثال پیش کر سکے۔"

طفیل: "کیا میں آپ کی اس رائے کا حوالہ اپنی گفتگو میں کسی دوسری جگہ دے سکتا ہوں؟"

شہاب: "ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ رائے تو صرف آپ کے خوش کرنے کے لیئے تھی اور آزادانہ رائے تو میری محفوظ ہے جسے میں صرف اس شخص کے سامنے پیش کرونگا جو اُسکو ذی وقعت سمجھے اور اگر معقول ہو تو تسلیم کرے یہ نہیں کہ پہلے ہی ارادہ کر لیا جائے کہ کسی طرح اثر قبول نہ کیا جائیگا۔"

طفیل: "اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کی رائے کو ذی وقعت بھی سمجھونگا۔ اور اسکے اثر کو بھی قبول کرونگا اگر قبول کر سکا۔"

شہاب: "(مسکرا کر) طفیل صاحب آپ کے اس سوال کا جواب دینا میرے لیئے

نہایت مشکل ہے، کیونکہ مجھے ابھی تک یہی نہیں معلوم ہوا کہ دنیا کس ایکٹنگ کو بہتر سمجھتی ہے اور کس کو ناقص اور اس کے متعلق اصول تنقید کیا ہیں۔ ایکٹنگ نام ہے اظہار جذبات کا جوارح ظاہری کے ذریعہ سے اور چونکہ ہر شخص کے تاثرات ایک ہی چیز کی نسبت مختلف ہوتے ہیں۔ اسلیئے ظاہر ہے کہ جذبات میں بھی اختلاف ہوگا، اور جذبات کا اختلاف ایکٹنگ کا اختلاف ہے اسلیئے بالکل ممکن ہے کہ جن حرکات کو میں پسند کرتا ہوں آپ پسند نہ کریں اور جن کو میں بُرا سمجھتا ہوں وہ آپ کے نزدیک اچھے ہوں، ایکٹنگ حقیقتاً مصوری ہے اور مصوری کچھ نہیں ہے مگر حسن کے جزئیات کو ظاہر کر دینا (خواہ وہ حسن کسی قبیح ترین منظر و صورت سے کیوں نہ متعلق ہو) پھر جب نفس حسن کے متعلق مذاق انسانی میں باہم اسقدر تخالف ہے تو تصویر حسن کے متعلق کیوں نہ ہوگا، رہا یہ امر کہ میں نے کیا خیال قائم کیا ہے۔ یعنے اپنے جذبات و مذاق کے لحاظ سے مس اختر کے ایکٹنگ کو کیا سمجھتا ہوں، سو مجھے افسوس ہے کہ کل کی ایکٹنگ اُن کی تمام تر ٹریجڈی تھی، اور بدقسمتی سے میں اس کا قائل نہیں کہ ایک عورت واقعی کسی مرد کے لیئے ایسا دل دکھا سکتی ہے جیسا کل مس اختر نے اپنے فرضی و مصنوعی عاشق کے لیئے دکھایا۔ اور اسلیئے میرے نزدیک اُن کے سارے حرکات غیر فطری اور خلاف حقیقت تھے"

طفیل:۔ "اس سے بحث نہیں کہ عورت مرد کے لیئے اس درجہ بیقرار و مضطر ہو سکتی ہے یا نہیں، لیکن تھوڑی دیر کے لیئے یہ تسلیم کر لیجیئے کہ ایسا ہو سکتا ہے اور پھر بتائیے کہ مس اختر نے کیا کیا۔ ہم حقیقت سے تو بحث کرتے ہی نہیں کیونکہ تھیٹر میں جو کچھ ہے نقل ہے، اسلیئے محض فن کے لحاظ سے تنقید کرنی چاہیئے یہ تو ظاہر ہے کہ مس اختر نے جس مرد کے ساتھ تماشہ کے اندر اپنے جذبات کا اظہار کیا وہ اس کا محبوب نہ تھا اور اسلیئے یوں بھی جو کچھ ہوا خلاف حقیقت تھا"

طفیل "اس سے بحث نہیں کہ عورت مرد کے لیئے اس درجہ بیقرار و مضطر ہو سکتی ہے یا نہیں، لیکن تھوڑی دیر کے لیئے یہ تسلیم کر لیجئے، کہ ایسا ہو سکتا ہے اور پھر بتائیے کہ مس اختر نے کیا کیا، ہم حقیقت سے تو بحث کرتے ہی نہیں کیونکہ تھیئٹر میں جو کچھ ہے نقل ہے، اسلیئے محض فن کے لحاظ سے تنقید کرنی چاہیئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مس اختر نے جس مرد کے ساتھ تماشہ کے اندر اپنے جذبات کا اظہار کیا وہ اس کا محبوب تھا اور اسلیئے یوں بھی جو کچھ ہوا خلاف حقیقت تھا، مگر ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں، ہم کو تو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جن جذبات کی نمائش کی گئی وہ ایک ایسی مثال فرض کر لینے کی صورت میں فطرتاً ظاہر ہوتے ہیں یا نہیں اور ہمارا فرض یہیں ختم ہو جاتا ہے"

سہاب "اگر آپ مجھے اک خلاف حقیقت امر تسلیم کر لینے پر مجبور کرتے ہیں تو بیشک میری رائے یہ ہو گی کہ مس اختر کی ایکٹنگ غیر فطری ایکٹنگ کا بہترین نمونہ تھی، اور نہ صرف یہ بلکہ اگر حقیقتاً کوئی عورت کسی مرد کی طرف سے اپنے اندر ان جذبات کی پرورش کرے تو وہ قابل پرستش ہے"

محمود سہاب کے یہ الفاظ سنکر چونک پڑا، کیونکہ سہاب کے منہ سے یہ بالکل نئی بات اس نے سنی تھی، اور اسلیئے وہ دفعتاً اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور سہاب سے کہنے لگا "سہاب کیا یہ سچ کہتے ہو کیا تمہارا یہ سچا خیال ہے کہ اگر کوئی عورت ایسی نظر آئے تو اسکی قدر کرنا چاہیئے، اسکی پرستش کرنی چاہیئے"

سہاب "یقیناً، لیکن ایسی عورت کا دستیاب ہونا میرے نزدیک محال ہے اور فطرت کے مقصود کے خلاف اور عورت کیا مرد بھی صحیح معنی میں کسی عورت سے الفت و محبت نہیں کر سکتا اور اسلیئے مجھے یقین ہے کہ اسوقت یا اس سے قبل جب کبھی کوئی واقعۂ حسن و عشق پیش آیا ہے وہ صرف لٹریچر کے لیئے مواد تو ہو سکتا ہے، لیکن اسپر اعتماد کر کے مرد یا عورت کے جذبات کی سائکالوجی مرتب نہیں کیجا سکتی

مرد عورت کو چاہتا ہے اور اسمیں ایک خاص غرض شامل ہوتی ہے۔ عورت مرد سے محبت کرتی ہے، اسمیں اسکا ایک مقصود ہوتا ہے، لیکن ہم اسپر غور نہیں کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ غرض جسقدر قوی ہوتی ہے اسی قدر زیادہ سخت فریب ہم کو حقیقی عشق و محبت کا دیا جاتا ہے اور ہم اسے تسلیم کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ آج صرف خودغرضی کا نام محبت ہے اور عشق کا مفہوم کچھ نہیں ہے مگر حد درجہ کی مطلب پرستی سوال یہ ہے کہ مرد اور عورت شباب سے گزر جانے کے بعد اس جذبۂ محبت کو کیوں کھو دیتے ہیں، اسوقت اُن میں محبت کا مادہ کہاں چلا جاتا ہے ؟ کیا سبب ہے کہ صرف جوانی کے زمانہ میں محبت کی جاتی ہے، اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ جوانی میں جو ہیجان پیدا ہوتا ہے وہ باہم ایک دوسرے کو کھینچ کر ملا دینا چاہتا ہے، اور ہم صرف اسلیئے کہ ہمارے اخلاق کسی طرف سے کوئی بُرا خیال نہ قائم کیا جائے اس کشش کو محبت، جذب صدق و خلوص اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں، حالانکہ وہاں نہ محبت ہے نہ صدق و خلوص بلکہ صرف تولید خون کی زیادتی ہے، میں کہتا ہوں کہ عشق و محبت سے زیادہ مکمل مثال خودغرضی کی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ صرف ذلیل خواہش پوری کرنے کے لیئے انسان اپنی زندگی تک وقف کر دیتا ہے اور تاوقتیکہ وہ حاصل نہ ہو جائے چین نہیں ملتا۔ میرے خیال میں تو یورپ کے مادیین و ماہرین فلسفہ و سائنس کو اس استقلال و استحکام سے درس لینا چاہیئے کہ وہ بھی بڑے سے بڑے مسائل کی تحقیق و تفتیش میں سقدر ایثار، ایسی جانکاہی، اسدرجہ شغف و انہماک سے کام نہیں لیتے جیسا ایشیا اور علی الخصوص ہندوستان کا عاشق کام لیتا ہے "

طفیل: " اچھا تو اس نالائق محبت کا وجود کہیں ہے بھی یا یوں ہی اسکی وہم بھی ہے ؟ "

شہاب: " میرے نزدیک محبت کا وجود کہیں نہیں ہے اور اگر ہے تو ایسی جگہ جہاں ہر شخص کی رسائی ممکن نہیں "

طفیل "وہ جگہ ملک کے کس گوشہ میں ہے، کس جغرافیہ میں تلاش کرنے سے پتہ چلے گا؟"

شہاب "(ذرا چیں بجبیں ہوکر) کیا آپ کو بتادوں؟ معاف کیجیئے، جو نہ صرف محبت کی توہین بلکہ اسکو غارت و برباد کردینے کی اہلیت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ آپ حضرات کے سامنے تو اس مقدس جگہ کا نام لینا بھی کفر ہے، کیونکہ آج اگر آپ کو معلوم ہو جائے تو کل شروع ہونے سے پہلے ہی آپ اس جگہ کی معصومیت کو خراب کردیں اور اسکی حرمت کو داغدار۔ طفیل صاحب خدا کے لیئے آپ کبھی محبت کی جستجو نہ کیجیئے گا آپ کی جو زندگی گذر رہی ہے خوب ہے، آپ کیوں اپنے اس لطف کو ہاتھ سے دیجئے جو ہمیشہ محبت سے جدا رہنے ہی کی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے، بلبل کی طرح صرف گلاب بلکہ صرف بہار کے علم پر سر دھنا کیا کوئی معقول بات ہے آج کل اسے حماقت سے تعبیر کرتے ہیں، زندگی تو بھونرے کی ہے، کبھی اس کلی پر بیٹھ گیا اور رس چوس لیا، کبھی اس کلی سے لپٹ گیا، اور اسکی شیرینی سے لطف اٹھایا، جب جی چاہا اڑ گیا، اور پھر جب موج آئی اپنی سیہ مستی سے غریب کلی کو آکر آزار پہونچانے لگا، بھونرے کا یہی کام ہے کہ جسوقت وہ باغ میں بلبل کا نالہ و شیون سُنے تو اس پر ہنسے، اور بلبل کی یہی شان ہے کہ وہ یہ سب کچھ دیکھے اور اپنے غم میں آخرکار سوکھ کر کانٹا ہو جائے پھر اگر بھونرا آشیانۂ بلبل کا پتہ پوچھے تو میں کیا بتاؤں۔ طفیل صاحب اب میں آپ سے کیا کہوں کہ محبت کا نشیمن کہاں ہے، اور آپ اسکو کہاں دیکھ سکتے ہیں اس ذکر کو جانے دیجیئے آپ کیوں اپنی وضع کی توہین کرتے ہیں۔ کہاں یہ کالر ٹائی اور کہاں خیال محبت آزمائی معاف فرمائیگا، مجھے معلوم ہے کہ آپ نے کبھی دعوئے محبت نہیں کیا اور نہ ایسا خیال کبھی قائم کیا۔ اسلیئے میں نے عرض کردیا ورنہ شاید اس درجہ گستاخ آپ کی جناب میں نہ ہوتا میں تو واللہ خواہش کرتا تھا کہ کسی وقت آپ سے پوچھونگا کہ آپ کی زندگی

کی مسرتوں کا کیا راز ہے اور میں بہت پسند کرتا ہوں ایسے شخص کو جو آپ کی طرح زندگی بسر کر دے۔ کیونکہ میرے نزدیک دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دینے سے زیادہ مشکل اُن کا حاصل کرنا ہے اور وہ شخص جو اسمیں کامیاب ہو جائے یقیناً مرد ہے اور اس قابل ہے کہ یہ آج کل کے محبت کرنے والے، عورت کی ہر ہر تحریر پر مٹ جانے والے اُس سے درس لیں اور معلوم کریں کہ جس چیز کو وہ لذت سمجھکر حاصل کرنا چاہتے ہیں سخت عذاب ہے اور جس چیز کو وہ پانی سمجھکر اپنی تشنگی رفع کرنا چاہتے ہیں صرف سراب ہے

(۹)

"جوانی، آہ یہ جوانی جسکی لذتوں، جسکی کیفیتوں کا بیان الفاظ سے ممکن نہیں، ــــــــــــــ جسکی حقیقت کا اندازہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے، جب وہ کسی کو حاصل ہو، جس کے نشہ کا کیف وہی جان سکتا ہے جس نے اس شراب کو پیا ہو، کسقدر جی چاہتا ہے کہ یہ اپنے قابو میں ہو، آئے جسوقت اُس کا جی چاہے، لیکن جائے اسوقت جب ہم چاہیں جب ہمارا دل چاہے ایک انسان کی زندگی تو اس قابل تھی کہ اُسمیں سوائے جوانی کے کچھ نہ ہوتا، ساری عمر شباب کے عالم میں صرف ہو جاتی، لیکن ایسا نہیں ہوتا اور بدقسمتی سے ہم اس راز کو بھی نہیں سمجھتے، کہ ہماری اس تقریباً نصف صدی کی حیات میں حقیقی معنی میں زندگی کتنے دن رہتی ہے، اُسوقت سے کہ ہم دنیا میں اگر ایک بار آنکھ کھولتے ہیں اُسوقت تک کہ پھر وہ ہمیشہ کے لیئے بند ہو جاتی ہے، ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اسقدر زمانہ زندگی کا تھا، حالانکہ زندگی تو اسوقت شروع ہوئی تھی، جب ہم نے اول اول کسی کو دیکھ کر یہ محسوس کیا تھا کہ دل اسطرف کھنچا جا رہا ہے اور اُس کے اختتام کا لمحہ وہ تھا جب دل نے کہا کہ اسطرح بیباکانہ اپنی نگاہوں کو آزاد کر دینا مناسب نہیں۔ دیکھو اور غور کرو کہ زندگی میں کتنے دن ایسے

گذرے کہ معصیت کو معصیت نہ سمجھا، گناہ کو گناہ نہ جانا اور جب یہ معلوم ہو جائے تو اسے یاد رکھو کہ اگر کوئی تمھاری عمر یا زیست کے متعلق سوال کرے تو تم فوراً بتا سکو کہ ہم تو صرف اتنے دن دنیا میں زندہ رہے ہیں، سمندر کی زندگی یوں تو کئی طوفان ہے، لیکن دنیا میں صرف وہی طوفان یادگار رہ جاتا ہے جو ساحل کی پرواہ نہ کرے اور بستی کی بستی کو بہا لیجائے، برسات میں روز بادل اٹھتے ہیں اور برستے ہوئے نکل جاتے ہیں، لیکن صبح کو جس ابر کے ٹکڑے کا ذکر ہر زبان پر ہوتا ہے وہی ہے جو نالیوں کو لبریز ندیوں کو طوفان خیز، مکانوں کو مسمار اور راستوں کو دشوار گزار بنا جائے یوں تو وہ کون ہے جس پر شباب اور کیفیات شباب طاری نہیں ہوتیں، لیکن سچ پوچھیئے تو جوانی اسی شخص کی ہے جسکو دیکھ کر کم از کم دس آدمی تو شہر میں ایسے کہنے والے ہوں کہ اسنے بھی اپنی جوانی کس بری طرح ضائع کی ہے، دنیا میں اگر کوئی چیز صرف ضائع کرنے کی ہے تو وہ جوانی ہے اور یہی وہ بربادی ہے جس کے خیال میں بھی قریب قریب وہی لذت ہے، جیسی نفس تباہی میں۔ لوگ کہتے ہیں کہ جوانی سے زیادہ قیمتی چیز کوئی نہیں اور اسلیئے اسکی حفاظت ضروری ہے، میں کہتا ہوں یہ قیمتی ہی صرف اسلیئے ہے کہ اسکی حفاظت نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی اسکو محفوظ رکھ سکے تو وہ جوانی نہیں ہے بلکہ اور کچھ بلا ہے، جسکی زمانہ قدر کرے لیکن کم از کم میری نگاہ میں تو اسکی کوئی عزت نہیں"

یہ تھی طفیل کی ایک تقریر جو دوران گفتگو میں اس نے مسئلہ شباب کے متعلق شہاب و محمود کے سامنے کی شہاب جو نہایت خاموشی سے سن رہا تھا اور کبھی کبھی مسکرا پڑتا تھا، "درست ہے" کہکر اس گفتگو کو ٹال دینا چاہتا تھا لیکن یہ دیکھکر کہ محمود اس سے بہت متاثر ہو رہا ہے اور اس تقریر کی سمیت کو نہایت حرص کے ساتھ اپنے دل میں جگہ دینا چاہتا ہے، شہاب خاموش

نہ رہ سکا، اور بولا کہ "طفیل صاحب آپ نے جو کچھ اسوقت جوانی کے متعلق کہا وہ وہی ہے جیسے دنیا عمل کرتی ہے، اور اسلیئے کوئی نئی بات نہیں۔ فرق یہ ہے کہ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور آپ اسے کر دکھاتے ہیں افسوس ہے کہ آپ نے جوانی کی لذت کو کسقدر محدود کر دیا، اور اسکی کیفیات کو کس درجہ تنگ، یہ تو آپ نے جو کچھ کہا اسکی وہ ادنیٰ لذت و کیفیت ہے، جسکو ایک رذیل ترین حیوان بھی بغیر کہے ہوئے، بغیر بتائے ہوئے سمجھ لیتا ہے اور عمل کرنے لگتا ہے، پھر آپ اگر اپنے تئیں انسان کہنے کے بعد بھی جوانی کا مفہوم وہی کچھ سمجھتے ہیں جو سامنے اڑنے والا طائر تو میں مجبور ہوں کہ اسکو بھی انسان کہوں اگر آپ کو حیوان نہیں کہہ سکتا، دیکھیئے آپ نے خود جوانی کو لذت کہا ہے اور اس لذت کا انحصار صرف اس کے ضائع کرنے پر رکھا ہے، لیکن آپ نے اسپر غور نہیں کیا کہ نفس مفہوم ضائع کرنے کا قاطع لذت ہے، اور عدم وجود کا اجتماع محال، پھر علاوہ اسکے کہ آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ جوانی کی حفاظت میں کوئی کیفیت نہیں اگر آپ کبھی اسکی کوشش کرتے تو آپ دونوں حالتوں کا فرق معلوم کر سکتے تھے، ممکن ہے وہ شخص جو جوانی کو ضائع کرنے کی چیز نہیں سمجھتا وہ اس کے قیام میں زیادہ لطف پاتا ہو۔ یقیناً جوانی انسانی زندگی کا بہترین زمانہ ہے لیکن اسکی خوبی اسکی محتاج نہیں کہ اس کے لیئے کسی دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہو اور اسلیئے میرے نزدیک صرف جوانی کا علم ایک جوان آدمی کے لیئے کافی ہے اور پھر اسکو نشہ میں یہ بھی بھول جانا چاہیئے، کہ وہ جوان ہے بھی یا نہیں، فطرت کا مقصود اصلی انسان کے پیدا کرنے سے صرف یہ ہے کہ وہ مناظر فطرت و مظاہر قدرت کو دیکھے اور ان میں محو ہو جائے، اور یہی مقصود پورا کرنے کے لیئے وہ ایک شخص کو جوان بناتی ہے لیکن آپ فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔"

سہاب اپنی تقریر کو ختم نہ کر چکا تھا کہ باہر دروازہ پر کسی گاڑی کے ٹھہرنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور طفیل گھبرا کر یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا کہ "مس اختر آگئیں"۔

آج طفیل نے اختر کو جس سے اس کے مراسم دیرینہ تھے دعوت دی تھی اور صرف اسلیئے کہ سہاب و محمود کا تعارف کرا سکے۔ طفیل باہر گیا اور چند منٹ میں اختر کے ساتھ جو اسوقت غیر معمولی کیفیات اپنے قلب میں لیئے ہوئے آرہی تھی اندر داخل ہوا۔

مس اختر، سہاب و محمود کو دیکھتے ہی (اُن سہاب و محمود کو جنہوں نے اب سے پندرہ روز قبل اُسی کے سامنے اُس کے متعلق ساحل اپالو پر اپنا اپنا اظہار خیال کیا تھا) گھبرا گئی اور اس کے خون نے چہرہ کو غیر معمولی رنگ انفعال و اضطراب سے رنگ دینا چاہا، لیکن اس نے بہت ضبط کیا اور کوشش کر کے اس غیر محسوس تبسم کے ساتھ جو صرف آنکھوں ہی میں پیدا ہوسکتا ہے، اس انداز مسرت کے پردہ میں جو صرف پیشانی ہی میں جاگزیں ہو سکتا ہے اپنے تاثر کو ظاہر نہ ہونے دیا، وہ کسی نہ کسی طرح آگے بڑھی اور طفیل نے باہم دگر رسم تعارف ادا کر کے اختر کو زیادہ سمجھنے اور متاثر ہونے کا موقعہ نہ دیا۔

طفیل نے بیٹھتے ہی اختر سے مخاطب ہو کر کہا "میں نے اسکو محسوس کیا ہے کہ فرض تعارف مجھ سے اچھی طرح ادا نہیں ہو سکا اور غالبًا میں اسکو بھول بھی جاتا، اگر پہلے ہی سے اسکا قصد نہ کر لیتا اور قصد کرنے کے بعد بار بار اپنے کو یاد دلا دلا کر اس مرحلہ سے گزرجانے کے لیئے آمادہ نہ رکھتا، کیونکہ میرے نزدیک تعارف وہی ہے جو آپ پیدا ہو جائے اور ایک شخص خود سمجھ لے کہ دوسرا کیا ہے، تاہم میں اس کمی کی تلافی کچھ نہ کچھ اسوقت کرنا چاہتا ہوں اور، اختر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ محمود میرے نہایت عزیز دوست ہیں اور سہاب میرے نہایت محبوب دشمن (محمود کی طرف اشارہ کر کے) ان کی محبت میرے دل میں صرف اِسلیئے ہے کہ مجھے ان سے کوئی خوف

نہیں اور (شہاب کی طرف اشارہ کرکے) ان کو میں اسلیئے عزیز رکھتا ہوں کہ میں ان سے
ڈرتا ہوں اسلیئے یوں سمجھو کہ محمود سے محبت کرنا میری خوشی ہے اور شہاب سے الفت
رکھنا میری مجبوری۔ اس سے زیادہ نہ میں کہہ سکتا ہوں اور نہ ضرورت خود تھوڑے زمانہ
میں اندازہ کرلوگی، رہا آپ تمہارے متعلق کوئی بسیط گفتگو کرنا وہ بھی فضول ہے، کیونکہ
یہاں روز تمہارا ذکر رہتا ہے اور اسلیئے ضرورت نہیں کہ محض رسم تعارف کی تکمیل کے
لیئے اس شناسائی کی نزاکت کو مجروح کردوں، جو تمہاری غیبت میں شہاب
و محمود کو حاصل ہوگئی ہے، میں چاہتا تھا کہ جس ہستی کے متعلق محمود مجھ سے روز
خدا جانے کیا کیا سوال کیا کرتے ہیں اور شہاب جس کے ذکر کوشش کر خاموش
ہوجاتے ہیں، اُس کو ایک کے جذبۂ بیتاب اور دوسرے کے شوق خاموش کے سامنے
پیش کردوں اور اسطرح اپنی غائبانہ ترجمانی کی خدمت کو ہمیشہ کے لیئے ختم "
شہاب "لیکن افسوس ہے کہ جس خدمت سے آپ گھبراتے ہیں وہ ہی خدمت آپ
ایسی ذات کے سپرد کرنا چاہتے ہیں جو آپ سے زیادہ نحیف و ناتواں آپ سے زیادہ
کمزور و نازک ہے "
طفیل "(مسکراکر) نہیں میرا مقصود تو یہ نہیں ہے اور شاید اسکی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ
ان کا یہاں آنا صرف اسی لیئے تھا کہ آپ اپنے استفہام کے جواب کو بجائے سننے کے
دیکھ لیں اور مجھے خدمت مدح سرائی سے آزاد "
شہاب "ممکن ہے کہ آپ کا مقصود یہ نہ ہو، لیکن ارتفاع مقصود، ارتفاع ضرورت
نہیں، میرے نزدیک ایک شخص کا حال اسکی غیبت میں بیان کرنا زیادہ سہل ہے
بہ نسبت اسکے کہ خود اس شخص کو سامنے لے آیا جائے، کیونکہ اسطرح تو صرف آپ کی
زبان کو تکلیف جنبش ہوگی اور اسطرح اس شخص کو سراپا نطق ہوجانا پڑیگا، آنکھوں کا
یہ کام نہیں کہ وہ گفتگو کریں لیکن ہم چاہیں گے کہ وہ کچھ کہیں اور یقیناً نہیں اسوقت

کچھ کہنا پڑیگا، چہرہ کا رنگ اسلیئے وضع نہیں ہوا کہ وہ بات کرے، لیکن ہم سمجھیں گے کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے اور واقعی اُسے کچھ نہ کچھ بتانا ہوگا، اعضاء کی حرکت کوئی تکلم نہیں ہے، لیکن ہم اُس سے کچھ سمجھنا چاہیں گے اور اُوہر ہر جنبش کو تکلم ہوجانا پڑیگا، پھر یہ اچھا تھا کہ آپ ہی صرف زبان کی جنبش سے بس اختر کا تعارف کرا دیتے یا یہ کہ اب وہ ہمارے سامنے ہیں اور سر سے پاؤں تک عرض حال بنی بیٹھی ہیں۔"

یہ کہتے ہی شہاب نے اور اُسی کے ساتھ محمود و طفیل نے اختر کی طرف دیکھا اور اس کا یہ عالم تھا گویا ایک تصویر حیا ہے جو اپنے غم انفعال کے ساتھ گھلی جا رہی ہے، اُس نے لجاتے ہوئے تبسم کے ساتھ پیشانی کا پسینہ رومال سے پوچھا اور قبل اسکے کہ وہ کچھ کہتی، شہاب نے خود ہی اسکو مخاطب کیا کہ "اختر صاحب، ہم لوگوں کو کیسی مسرت ہے کہ آپ سے آج آخرکار ملنا ہو ہی گیا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ آپ اس اظہار مسرت کو اُس احسان کا اعتراف خیال فرمائیں گی، جو آپ نے یہاں آکر ہم لوگوں کے حال پر صرف فرمایا ہے۔"

اختر: یہ آپ کیا فرماتے ہیں ممنون تو مجھے اور مسرور تو میرے دل کو ہونا چاہیئے کہ آپ نے میری طرف سے ایسی خواہش اپنے اندر پیدا کی ... مجھے ... بس زیر بار احسان کیا۔ طفیل صاحب نے بارہا آپ لوگوں کا ذکر مجھ سے کیا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ میری تمناؤں کو میرے چہرہ سے معلوم کرکے مجھے دعوت نہ دیتے تو میں اُن سے کچھ خوش نہ ہوتی۔"

شہاب: خیر میں بغیر اس واقعہ پر اظہار تاسف کئے کہ طفیل صاحب نے کیوں نہ آپ کو کچھ ناخوش ہونے دیا۔ میں آپ اور طفیل صاحب دونوں کا منت کش ہوں اور اسوقت سب سے پہلے آپ کو داد دیتا ہوں، اُس تکمیل فن پر جسکی مثال اسوقت ہندوستان کا اسٹیج بہت کم پیش کرسکتا ہے، حیرت ہے کہ آپ نے اس تھوڑی سی عمر میں کیونکر اُن جذبات انسانی کا مطالعہ کرلیا، جو عام طور سے کہیں نظر بھی نہیں آتے۔"

اختر: شہاب صاحب افسوس ہے کہ آپ بھی وہی خیال ظاہر کرتے ہیں جو میری نسبت

عام طور سے ہر شخص نے قائم کر رکھا ہے، میں سمجھتی تھی کہ کم از کم آپ تو مجھے نہ بنائیں گے خاص کر اسوقت جب آپ بھی سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ کی زبان کہہ رہی ہے وہ کسقدر دل سے دور ہے اور جسکو آپ خلوص کے رنگ میں رنگ کر ظاہر فرمانے کی کوشش کر رہے ہیں اسمیں رسمی گفتگو کی کتنی مصنوعی آب وتاب شامل ہے"

شہاب جو کبھی ایک عورت کی طرف سے اسقدر ذہین جواب کی توقع نہ رکھتا تھا چونک پڑا اور ایک خاص انداز سے جسمیں حیرت و مسرت دونوں ملی ہوئی تھیں بولا کہ "جو کچھ میں نے کہا ہے اسکو واپس لینے کے لیئے آمادہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر (بقول آپ کے) اسمیں کوئی حقیقت اور سچائی نہیں ہے تو حقیر و ذلیل چیز ہے اور اسلیئے مجھے اسکی واپسی کی بھی پرواہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن کم از کم میری وہ حیرت تو آپ کے جواب سے دور ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ اگر آپ نے اسقدر جلد یہ سب کچھ حاصل کر لیا تو جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ ذہانت جو فطرت نے آپ کے دماغ میں ودیعت کی ہے، ہمیشہ قبل از وقت پختگی تک پہونچا دیتی ہے اور اسی لیئے دیکھا جاتا ہے کہ بہت زیادہ حساس طبیعتیں بہت جلد مردہ ہو گئیں، لیکن خدا کرے میں آپ کی طبیعت کو اس کلیہ سے مستثنےٰ دیکھوں"۔

اختر "ہاں اسلیئے کہ میں اپنی زندگی سے بیزار اور اپنے آپ سے متنفر ہو جاؤں"

شہاب "کیوں، خدا نہ کرے ایسا ہو"

اختر "مگر ایسا تو ہوتا ہے کیونکہ اگر ایک حساس دل پر موت جلد طاری نہیں ہوتی تو سمجھ لیجیئے کہ وہ خود غرض ہو چلا ہے اور دل کا ایسا ہو جانا میرے نزدیک لطیف و پاکیزہ جذبات سے محروم ہو جانا ہے، اور شاید یہ کافی وجہ دل سے اور اپنے آپ سے بیزار ہو جانے کی ہے"

شہاب "مگر شاید یہ کافی وجہ دوسروں کے لیئے آپ سے بیزار ہونے کی نہ ہو اس لیئے

خدا کے لیئے اپنے دل پر موت طاری ہونے کی دعائیں نہ مانگیئے، اپنے لیئے نہ سہی، دوسروں کے لیئے زندہ رہیئے، جذبۂ ایثار کی بدولت تو لوگوں کو مرجاتے دیکھا ہے آپ سے ذرا سا زندہ بھی نہیں رہا جاتا، اس سے زیادہ سہل طریقہ نمائش اخلاق کا اور کیا ہو سکتا ہے لیکن آپ اس پر بھی راضی نہیں ''

اختر: ''(ذرا طعن کے ساتھ) کاش آپ کی ہر خواہش میری کوشش ہو سکتی، لیکن تھوڑے فرق کے ساتھ، کیونکہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ اپنی کوشش پر اتنا ہی اختیار حاصل کر لوں، جتنا آپ کو اپنی خواہش پر ہے''

شہاب: ''کیا عرض کروں اک عمر اس آزادی میں گزر گئی ہے اور بدقسمتی سے اس آزادی کی تکلیفیں بھی مجھے محبوب ہیں، ورنہ شاید میں آپ کے اس طعن کو نہ سن سکتا اور نہ اپنی خواہشوں سے اپنا اختیار، اپنی تمناؤں سے اپنا اقتدار اور اپنی آرزوؤں سے اپنی حکومت اسطرح اٹھا لیتا جس طرح آپ کبھی اسٹیج پر اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا لیتی ہیں ہر چند آپ پردہ دور کر کے وہ چیز دکھاتی ہیں جس کے دیکھتے رہنے کو کسی کا جی چاہ سکتا ہے۔ اور میں شاید اپنی خواہشات کو بے پردہ کر کے کوئی حسین منظر پیش نہ کرسکونگا لیکن خیر تعمیل حکم تو ہو جاتی، اسکو دیکھ کر لوگوں پر گریہ طاری ہوتا ہے، تو اس کو دیکھکر ہنس پڑتے، کچھ برا نہ تھا، اگر دنیا کے اسٹیج پر عالم کے تماشہ گاہ میں آپ کی کوششوں کی ٹریجڈی اور میری خواہشوں کی کمڈی، پہلو بہ پہلو رونما ہو کر اپنا اپنا فرض انجام دیتیں اور دیکھنے والوں کی سمجھ میں نہ آتا کہ وہ آپ کے ساتھ روئیں یا میرے ساتھ ہنسیں، آپ کی خواہشیں چاہتیں کہ عالم میں کچھ نہ ہو مگر آپ کے لیئے ایک طوفان اشک میری خواہشیں چاہتیں کہ دنیا میں کچھ نظر نہ آئے مگر اک سیلاب خندہ اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا۔ خدا جانے آپ کی کوششیں میری خواہشوں کے آغوش میں آکر مسکرا پڑتیں یا میری خواہشیں آپ کی کوششوں کے حضور میں

مصروف گریہ ہوجاتیں، آہ اختر صاحب کھیلنے کے لیئے اب دل کہاں سے لاؤں، ایک تھا سو
اُس کا یہ حال ہے کہ اب یہ بھی خبر نہیں کہ وہ ہے کہاں، آسمان کو دیکھتا ہوں اور سمجھتا
ہوں کہ شاید اس نیل میں ڈوب کر رہ گیا ہو، سمندر کو دیکھتا ہوں اور خیال ہوتا
ہے کہ شاید اس تلاطم امواج میں مل گیا ہوگا۔ شفق نظر آجاتی ہے تو گمان ہوتا ہے
کہ کہیں اس رنگ میں نہ تحلیل ہوگیا ہو، چاند اپنی چاندنی پھیلا دیتا ہے، میں کوشش
کرتا ہوں کہ کہیں اس فرش سیمیں میں کوئی شکن نظر آجائے تو سمجھوں کہ دل یہی
ہے، بہار جب اپنی شگفتگی چاروں طرف منتشر کر دیتی ہے تو خیال ہوتا ہے کہ ہر ہر پھول
اور پھول کی ہر ہر پنکھڑی میں دل ملفوف ہے، تیتری اڑتی ہوئی گزر جاتی ہے تو تڑپ
تڑپ جاتا ہوں کہ یہ کہیں ٹھہرتی تو میں اسکے پروں کے غبار رنگ سے اس آوارہ ہوجانے
والے کا پتہ پوچھتا۔ بھنبھیری اک اضطراب بنی ہوئی آنکھوں سے اوجھل ہوجاتی ہے
میں کہتا ہوں ذرا بھی نگاہ قائم ہو تو اسکے رعشہ پرواز سے جانے والے کا سراغ لگاؤں
ہائے اس دلِ خانہ خراب کا فسانۂ سرگشتگی کہاں تک سناؤں اور کس سے کہوں کہ وہ
کیوں اسقدر آوارہ و بے یاد ہے۔ کاش اسوقت آپ کو، آپ کی نگاہوں کو دیکھ کر
یقین کرسکتا کہ وہ یہیں ہے مگر یہ گوارا نہیں ہوتا کیونکہ معلوم ہے دل قدرناشناس
کے پاس نہیں ٹھہر سکتا اور شاید انسان اور انسان میں بھی آپ کے طبقہ سے زیادہ
دل کا دشمن، اسکو تباہ و برباد کرکے لطف لینے والا کوئی نہیں، اسلیئے اگر آپ کو میری
خواہشیں اسقدر خودسر، میری تمنائیں اس درجہ سرکش، میری آرزوئیں اتنی مغرور
نظر آتی ہیں، تو ملامت نہ کیجیئے کہ یہ آپ ہی کی نوازش و الطاف کا نتیجہ ہے اور
اب میں مجبور ہوں کہ انسان کے اس دلکش اخلاق کی یاد ہمیشہ اپنے سینہ سے
لگائے رہوں کیونکہ دل کو اسطرف مائل نہ دیکھنے سے جو صدمہ مجھے ہوسکتا ہے
اسکی تلافی کچھ اسیطرح ہوتی رہتی ہے، اور زندگی کی دشواریاں کچھ سہل ہوجاتی ہیں

دنیا میں ایسی مار رکھنے والی نگاہوں کے سامنے سے جان سلامت بچانا کم از کم میرے بس کی بات تو نہیں، اختر صاحب یاد رکھیے، روئے سخن کسی خاص ذات کی طرف نہیں ہے، بلکہ میرا تجربہ عام ہے اور اسکی تلخی کا تعلق کسی مخصوص ہستی سے نہیں۔ تاہم اگر کوئی تکلیف آپ کو پہونچی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں اور نادم ہوں کہ میں نے آپ کا وقت اسقدر ضائع کیا حالانکہ وہ صرف میرا نہ تھا۔

اختر:۔ آپ کی طرف سے اس خیال کا اظہار میری توقع کے خلاف نہ تھا، طفیل صاحب نے آپ سے اور آپ کے اصول سے مجھے اسقدر باخبر کردیا تھا کہ میں اپنے تئیں آپ سے دیرینہ شناسائی رکھنے والی سمجھتی تھی، اور یہی وجہ ہے کہ میں دفعتہً اس درجہ آزاد اور بے تکلف ہوگئی اور اسلیئے شہاب صاحب آپ بھی یقین کیجیئے کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہونچی اور آپ کا معافی چاہنا بے محل ہے، رہا اس امر پر اظہار ندامت کہ آپ نے اسقدر وقت ضائع فرمایا سو اگر یہ صحیح بھی ہو تو آپ کی ندامت اسکی تلافی کرسکتی ہے اسلیئے یہ بھی بیکار ہے، آپ نے ناحق اپنی تقریر کو اسقدر جلد ختم فرمایا میرے لیئے تو اسمیں بہت کچھ سامان دلچسپی تھا کیونکہ ہر وہ حقیقت، جسے حقیقت نہ سمجھ کر گفتگو کی جائے بہت دلکش صحبت ہوجاتی ہے اور شاعرانہ پرواز خیال کے لیئے [illegible] کاش مجھے بھی یہ سلیقہ حاصل ہوتا، اور میں بھی اپنے مذاق ادب کی غایت یہی قرار دیتی کہ اپنے ہر قال کو حال دکھاؤں اور دوسروں کے حال کو اپنے قال سے لغو و دور از کار، اس میں کلام نہیں کہ اگر کسی کو اپنا دل خون کرنے کی فرصت ہو تو شہاب صاحب آپ سے بہتر شخص گفتگو کے لیئے کوئی نہیں مل سکتا۔"

شہاب:۔ اور اختر صاحب یقین کیجیئے کہ اگر آپ سا سمجھنے والا میسر آجائے تو میں بھی اپنا دل خون کرنے کے لیئے آمادہ ہوں، لیکن اس کا کیا علاج کہ نہ آپ کو اسکی فرصت ہے اور نہ مجھے اسکی ضرورت۔ افسوس انسان کے دل میں بھی کیا کیا حسرتیں خون ہو کر

رہ جاتی ہیں، صرف اسلیئے کہ اُسکو اپنی فہم پر پندار ہوتا ہے، اور وہ نہیں سمجھتا جو حقیقت ہے حالانکہ ہر باطل خیال اُس کے نزدیک ایسی صداقت ہے جس سے انحراف کبھی ممکن ہی نہیں۔ میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے میری کمزوری پر آگاہ فرما دیا، یہ بھی بڑی نعمت ہے اگرچہ تکلیف دہ، اسلیئے کم از کم آپ تو کبھی اسکی خواہش نہ کیجیئے گا، ورنہ اگر آپ کا پندار کبھی آپ سے دور کر دیا گیا، تو وہی حال ہوگا جو ایک آبگینہ کا اگر اُس سے نزاکت چھین لی جائے کہ یہ آبگینہ کی موت ہے۔ اور وہ حسن کی شکست اور جسطرح ایک آبگینہ صرف اسلیئے عزیز ہے کہ اُسکی تعمیر نزاکت سے ہوئی ہے، اسی طرح حسن بھی محض اسوجہ سے محبوب ہے کہ اُس کا خمیر نخوت و پندار ہے"

اختر: "معاف کیجیئے، آپ کو میں نے صدمہ پہونچایا، مجھے یہ خبر نہ تھی کہ آپ نے اپنے مذاق طبیعت کو اسقدر نا قابل فہم بنا رکھا ہے، ورنہ شاید میں سمجھ کر اُسکی حقیقت بیان کرنے کی کوشش نہ کرتی، لیکن میں آپ سے عرض کرتی ہوں کہ آپ نے جس چیز کو میرے اندر پندار سمجھا ہے وہ حقیقتاً پندار نہیں ہے، معاف کیجیئے گا، پندار تو آپ میں ہے کہ اپنے مطالعہ کے نتائج میں کہیں نکتہ چینی کی گنجائش نہیں پاتے، آبگینہ میں نہیں ہوں بلکہ آپ ہیں کہ ذراسی ٹھیس کی تاب نہیں ہے تھوڑی سی شرارت ضرور میری ہے، کہ آبگینہ کی نزاکت کو محسوس کرتی ہوں اور پھر اسکو ضرب پہونچاتی ہوں، حالانکہ یہ نامناسب ہے، اگر آپ معاف فرمائیں تو میں اب بھی یہ سب کچھ واپس لینے کے لیئے آمادہ ہوں لیکن شرط یہی ہے کہ میرے سامنے نمائیشی نزاکت نہ ہو ورنہ پھر میں بے اختیار ہو جاؤنگی کہ اسکو چھیڑوں اور اسکے صدائے شکست سے کچھ لطف اٹھاؤں"

شہاب: "ہاں آپ کو یہ گوارا نہ ہوگا کہ کہیں اور نزاکت کا وجود پایا جائے، لیکن اختر صاحب یہ چیز چھیننے سے حاصل نہیں ہو سکتی، اسلیئے آپ کی یہ کوشش بیکار

ہے اور یوں بھی آپ کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر نزاکت سے دشمنی کرنے کی رسم آپ نے رائج کر دی تو پھر اب میں کیا کہوں کہ ....

طفیل نے شہاب کے اس حملہ کو پورا نہ ہونے دیا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ :-

"کیا میں اپنے معزز مقررین کو مطلع کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ بارہ بج چکے ہیں غالباً خلوئے معدہ دور کرنے کے بعد زیادہ جوش و لطف کے ساتھ تقریریں ہو سکیں گی"

آخر یہ سنکر ہنس پڑی اور سب کے سب اٹھکر کھانے کے کمرے میں چلے گئے۔

(۷)

"محمود اگر تمہاری تحریر سے مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ تم میری طرف سے ایک سخت غلطی میں مبتلا ہو تو شاید میری فرصت تم کو مخاطب کرنے کے لیئے یا تمہاری کسی تحریر کا جواب دینے کے لیئے بہت تنگ نظر آتی، یہ تمہیں معلوم ہے کہ میرے نزدیک دنیا میں ہر نقصان کی تلافی ممکن ہے، مگر وہ نقصان جو روح کو پہونچے اور اس عالم میں ہر شکست کے لیئے ایک پیوست ہے مگر وہ جو کسی دل کو پہونچائی جائے۔ خیر بہرحال اس تحریر کا مقصود صرف تمہاری اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے تاکہ تم آیندہ اس اظہار خیال کی جسارت نہ کرو اور کم از کم یہ کہ مجھے تو ہمیشہ کے لیئے معاف ہی رکھو کہ "عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا" تمہارا مجھ سے جدا ہو جانا، مجھے معلوم تھا کہ دوسرے سے مل جانا ہے، اور اسلیئے اب مجھے وہ خبر کیا سناتے ہو جو میرا دل مجھے اب سے ایک ماہ قبل سنا چکا تھا، تم نے مجھے تکلیف پہونچائی تم نے مجھے ایذا دی، مجھے اسکی بھی شکایت نہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے دنیا میں ایک خود غرض شخص سب سے پہلے جن لوگوں کو اپنے حملہ کا مستحق سمجھتا ہے وہ اس کے احباب ہوتے ہیں اور اسلیئے اگر تم نے مجھے زیادہ صدمہ پہونچایا تو کیا عجب، کیونکہ میں تمہارے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھنے کا مدعی تھا، تم نے مجھے تقریب عقد میں یاد کیا تھا اور واقعی مجھ سے غلطی ہوئی کہ تمہاری اس دلنوازی کا شکریہ برمحل نہ ادا کر سکا، لیکن اب جبکہ

ہو چکا ہے کیا ضرور ہے کہ لذاتِ مسرت سے تھک جانے کے بعد اپنی فرصت مضمحل میں نشتر چبھونے کے لیئے مجھی کو منتخب کرو، شاید اسلیئے کہ میں تمھارے عقیدے کے خلاف تھا، شاید اسلیئے کہ میں نکاح کو تمھارے لیئے مضرت رساں سمجھتا تھا اور اب تم مسرور ہو، کامیاب ہو، گویا مجھ پر طعن کرتے ہو، خیر میں اس ذکر کو مختصر کرنا چاہتا ہوں اور تم کو اور تمہاری مسرت کو خیر المودبین کے رحم پر چھوڑتا ہوں، خدا کرے وہ اپنے اصول تمہارے لیئے بدل دے اور تم کو اپنے زعم و پندار سے پشیماں نہ ہونا پڑے، ہاں تمہاری جس غلطی کا میں نے ذکر کیا وہ یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے دل کا کہنا کیا اور نہ یہ کہ تم مجھ سے جدا ہو گئے، بلکہ وہ غلطی یہ ہے کہ اب پھر مجھ سے ملنے کی تمنا رکھتے ہو اور یقین کرتے ہو کہ زمانہ اس صدمہ کو بھلا دیگا اور تم مجھ سے معافی چاہ کر اُس خلا کو پر کردو گے جو مرا سیم محبت میں پیدا ہو گیا ہے یہ ممکن ہے کہ زمانہ اس صدمہ میں کمی پیدا کر دے یہ بھی ممکن ہے کہ تم مجھ سے طلب عفو کرو، لیکن محمود، یہ قطعی ناممکن ہے کہ تم ایک شیشہ میں پڑ جانے والے بال کو دور کرسکو، اسلیئے مجھ سے مل کے کیا کرو گے اور کیوں پھر اس تمنا کو زندہ کرو گے جو حشر سے بے نیاز ہے تم کو معلوم ہے کہ میرے تعلقات تمہارے ساتھ نہ تھے، بلکہ تمھاری فطرت وطنیت کے ساتھ تھے، میں تو تم سے اسلیئے محبت کرتا تھا کہ تمھاری طبیعت حسین تھی، تمہاری فطرت دلکش تھی اور یقین کرتا تھا کہ میں اُن کے حسن و دلکشی سے ہمیشہ لطف اٹھاتا رہونگا، لیکن اب جبکہ تم میں وہ حسن، وہ دلکشی باقی نہیں (اور کیوں نہیں اسکو میں بارہا تمہیں سمجھا چکا ہوں) مجھے تمہاری کیا پرواہ ہو سکتی ہے اور میں اپنا وقت تمہارے لیئے کیوں ضائع کروں، جب کہ اس سے بہتر مصرف وقت کا موجود ہے یعنی تم سے احتراز و گریز، تم سے نفرت و استکراہ، جسمیں اب میرے لیئے وہی لذت ہے جو اس سے قبل کبھی تمھاری طرف کھنچ جانے میں تھی، ممکن ہے کہ تم اسے میری خود غرضی خیال کرو، اور تمہارا یہ خیال صحیح ہوگا، کیونکہ ہر وہ امر جسمیں تمہارا نفع

مجھے نظر آتا تھا، میں اسکے حصول کی کوشش کو ہمیشہ اپنی ہی خود غرضی پر محمول کرتا تھا، اور اب جبکہ میرے تمام معاملات میں تمہارا سوال ہی اٹھ گیا ہے۔ تمہارا وجود بالکل نظرانداز کردیا گیا ہے یقیناً میں بہت زیادہ خودغرض ثابت ہونگا، کیونکہ تم سے چھٹنے کے بعد میں خود اپنے آپ سے محبت کرنا سیکھونگا اور کوشش کرونگا کہ تم کیا ساری دنیا کو اس خودغرضانہ جذبہ پر قربان کردوں، تم نے اگر میری محبت کو ٹھکرا دینا سہل سمجھا، تو میں تمہاری طرف سے اپنی نگاہیں پھیر لینا اس سے زیادہ آسان قرار دونگا، اگر تم نے میرے خلوص و صداقت کا خون کردینا دشوار نہ جانا تو میں تمہاری التجاؤں اور زاریوں کو ٹھکرا دینا کیوں مشکل سمجھوں، یہ یاد رکھو کہ جسکو میں خود بھلا دوں اسے پھر کبھی یاد نہیں کرتا، اور اسلیئے اگر آئندہ اب مجھے کوئی خط بھیجو تو اس یقین کے ساتھ کہ اس کے پرزے ہوا کے کام آئے۔ اس حال میں کہ میری نگاہوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ لفافہ کے اندر کچھ تھا بھی یا نہیں"

"شہاب"

یہ تھا جواب اس تحریر کا جو شادی ہونے کے بعد محمود نے شہاب کے پاس بھیجی تھی، محمود نے جو کچھ لکھا وہ ایک اپیل تھی طلب عفو کے لیئے اور معذرت نامہ تھا جس میں اس نے اپنی مجبوریوں کا اظہار کیا تھا، لیکن شہاب نے جو فطرت کی طرف سے ایک نہایت عجیب و غریب دل و دماغ لیکر آیا تھا محمود کی لجاجتوں اور التجاؤں کی مطلق پروا نہیں کی اور اس نے عہد کرلیا کہ محمود کی اس غلطی کو کبھی معاف نہیں کریگا، اور نہ کبھی اس سے سلسلۂ خط و کتابت جاری رکھے گا۔

شہاب کو معلوم تھا کہ محمود پر اس تحریر کا کیا اثر ہوگا، لیکن وہ اپنی تمام عمر میں کسی سے برہم ہوکر پھر کبھی خوش نہیں ہوا اسلیئے وہ اس مسئلہ میں بھی اپنی طبیعت سے مجبور تھا۔

شہاب کو محمود کے ساتھ ایسی گہری محبت کیوں تھی، وہ کیا بات تھی جس نے شہاب میں محمود کی طرف سے اسدرجہ گرویدگی و شگفتگی پیدا کر دی تھی؟ اس کے متعلق اگر ہم شہاب کی گفتگو کو صحیح سمجھیں تو ماننا پڑیگا، کہ وہ محمود کے اندر نہایت بلند فطرت دیکھتا تھا اور چونکہ شہاب خود فطرتاً نہایت ارفع ہستی کا شخص تھا، اسلیئے محمود کے ساتھ اس کا مانوس ہوجانا بھی فطری تقاضا تھا، شہاب سمجھتا تھا کہ شادی ہوجانے کے بعد محمود کا یہ حسن فطرت جو صرف تجرد و بے تعلقی کی حالت میں قائم رہ سکتا ہے، زائل ہوجائیگا، اور اسی لیئے وہ محمود کو اس سے بچانا چاہتا تھا، اسمیں کلام نہیں کہ محمود کو بھی کچھ کم وابستگی نہ تھی، وہ شہاب کی نہ صرف عزت کرتا تھا بلکہ اسکی پرستش کرتا تھا اور ایسی عظمت اسکی اپنے دل میں رکھتا تھا کہ بسا اوقات وہ اس جذبہ کی قوت سے کانپنے لگتا تھا اور یہ تو کبھی ہوا ہی نہیں کہ شہاب اس سے کسی بات پر برہم ہوا ہو، محمود نے پھر آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا ہو، لیکن سکینہ کے معاملہ میں وہ کچھ ایسا مجبور ہو گیا کہ باوجود سعی و کوشش کے اپنی طبیعت کو نہ سنبھال سکا اور آخر کار عقد کرنے کے سوا اس نے کوئی چارہ نہ دیکھا۔

(۸)

بمبئی میں ساحل اپالو پر ایک شام جب کہ ابر برس کر آسمان و زمین، ہوا و فضا میں ایک عجیب نکھار پیدا کر گیا تھا طفیل و اختر ایک بنچ پر بیٹھے ہوئے سمندر کی تازہ ہوا اور پانی کے ہلکے ہلکے جھکولوں کا لطف اٹھا رہے تھے، شاندار فٹنوں اور قیمتی موٹروں سے اتر کر ساحل پر خرام ناز کی مشق کرنے والیاں، لطف آرائش دلباس کو بدن کی ہر ہر جنبش سے نمایاں کرنے والی جوان جوان لڑکیاں، یوں تو یہاں روز، ہر شام اپنے خرام سے ساحل کے ہر ہر ذرہ اور اپنے جلوۂ شباب سے فضا کے ہر دائرہ کو بیقرار و مضطر کر دینے کے لیئے جمع ہوجاتی ہیں، لیکن کئی دن کی مسلسل بارش کے بعد جو آسمان کھل گیا تھا تو معمول سے زیادہ ہجوم نظر آ رہا تھا اور چونکہ وہ چار دن تک ابر و باد کی وجہ

سے نمائش حسن کا فرض ادا نہیں ہو سکتا تھا، اسلیے اس دن نہایت جوش اور بہت
محنت سے اہتمام کیا گیا، کہ چند ایام کی غیر حاضری سے جو سکون و جمود پیدا ہو گیا ہے
اُسے آسانی سے دور کر سکیں اور اس طرح تلافی مافات جلد ہو جائے ۔

طفیل جو اپنی زندگی کا ایک ناقابل فراموش فرض سمجھکر یہاں آیا کرتا تھا، آج بہت
مسرور تھا، یہ دیکھکر کہ بمبئی کے ایک ایک گوشہ کا حسن کھنچکر جمع ہو رہا ہے، اور اختر جو کبھی
اتفاق سے ادھر آ نکلتی تھی مضمحل تھی یہ معلوم کرکے کہ کبھی وہ ساحل کی خلوت سے
لطف نہیں اٹھا سکتی علی الخصوص اسوقت جب موسم کے لحاظ سے اسکو سکون کی بہت
ضرورت ہو۔ وہ نہ آتی، اگر طفیل اسے اصرار کے ساتھ یہاں نہ لے آتا، اور چلی جاتی، اگر لے آنے
کے بعد اسی اصرار سے روک نہ لیتا ۔

اختر فطرتاً بہت خلوت پسند تھی اور باوصف اس کے کہ تھیٹر کے کھلے اسٹیج پر
سینکڑوں نگاہوں کے سامنے ہر رات اپنے آپ کو ظاہر کرنا اس کا روز کا مشغلہ تھا ۔
کبھی اس خیال سے خوش نہ ہوتی تھی کہ کوئی اُسے دیکھ رہا ہے اسکی طبیعت میں حیا تھی
اسمیں شرم تھی، اور وہ عرق عرق ہو جاتی تھی جب اُسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بار بار اسکی
طرف دیکھ رہا ہے اور اسی لیئے بسا اوقات وہ بیزار ہو کر اسٹیج کو چھوڑ دینا چاہتی تھی
لیکن اسباب و موانع کے سامنے مجبور ہو کر کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی اس حال میں بسر
کر رہی تھی ۔

اسوقت وہ اپنی سپید ساری میں جو اسکی محبوب وضع تھی، خاص محویت کے
عالم میں سمندر کے اندر ہلکے ہلکے ہچکولے لینے والے جہازوں کو دیکھ رہی تھی اور متحیر
تھی کہ کیونکر لوگ آسانی سے اپنی جانوں کو اس تعمیر انسانی پر اعتماد کرکے پانی کے مہیب
دیوتا کی آغوش میں سپرد کر دیتے ہیں اور اس سے زیادہ حیرت اسپر کہ سمندر انسان
کے اس پندار و غرور پر برہم ہو کر ان لوگوں کو کیوں نہیں نگل جاتا، وہ طفیل سے اسکی

متعلق گفتگو کر کے تھوڑی دیر کے لیئے خاموش ہوئی تھی کہ شہاب بھی آگیا، اور اختر اک سرورانداز کے ساتھ اسکی پذیرائی کے لیئے کھڑی ہوگئی اور طفیل سے بولی کہ اُن سے دریافت کرنا چاہیئے،، شہاب جو محمود کے واقعہ شادی سے بہت متاثر تھا کچھ نہ بولا اور بیچ کے ایک گوشہ میں بیٹھکر کچھ سوچنے لگا۔ اختر تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد بولی: "شہاب صاحب میں آج آپ کو خلاف معمول اگر مضمحل دیکھتی تو آپ سے شکایت کرتی اور کہتی کہ آپ کیوں ایک ہفتہ سے نہیں ملے اور اگر نہیں آسکتے تھے تو کیوں مجھے یاد نہیں کیا؟"

شہاب "مضمحل تو ہوں، لیکن خلاف معمول نہیں، اسلیئے آپ شکایت کیجیئے، اگر میری طرف سے بجز اعتراف قصور کے کسی اور جواب کی توقع ہو"

طفیل (شہاب سے) "اختر نے شکایت نہ کرتے ہوئے شکایت کرلی اور آپ نے بھی جواب نہ دیتے ہوئے نہایت حسن سے اس کا جواب دیدیا اسلیئے اب اس کے متعلق گفتگو فضول ہے، یہ بتایئے کہ محمود کی شادی کیسے ہوگئی، جب کہ آپ اسقدر مخالف تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس مسئلہ میں محمود نے بہت عجلت سے کام لیا، میرا خیال بھی ان کی نسبت یہی تھا کہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں اور وہ اپنی زندگی خراب کریں گے"

شہاب "میں اُنکی شادی کا بالکل مخالف نہ تھا، بلکہ صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ ابھی ایسا نہ کریں، رہا ان کے اس فعل پر تاسف سو یہ بھی فضول ہے، اب آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ان کی زندگی زیادہ خراب و داغدار نہ ہو اور یہی بڑا احسان ان کے ساتھ ہے زخمی ہوجانے کے بعد اندمال جراحت کی فکر کرنی چاہیئے نہ کہ اظہار افسوس و ملال"

طفیل "ہاں درست ہے، لیکن یہ کوشش بھی مفید نہیں ہوسکتی اور اس نوع کے مساعی کو کامیاب دیکھنے کی تمنا کرنا بالکل ایسا ہی ہے، جیسے کسی ڈوبنے والے کو پانی سے نکالنا اور اس بات کی توقع رکھنا کہ اس کے کپڑے تر نہ ہوئے ہونگے، میرے نزدیک

اب صرف اظہار افسوس و ملال ہی کا وقت رہگیا ہے"
شہاب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، اور ایک منٹ خاموش رہنے کے بعد اختر سے مخاطب ہوا!"

"کیوں اختر صاحب آج کیسا خوشگوار و دلکش موسم ہے، آپ کشتی پر سیر کرنا پسند نہیں فرمائیں"

اختر: "موسم ضرور دلکش ہے، لیکن یہ کشتی کا ذکر آپ نے کیا کیا، میری تو روح اس خیال سے کانپ اٹھتی ہے، بلکہ میں متحیر ہوں کہ لوگ کس طرح جہازوں اور کشتیوں میں سفر کرتے ہیں اور اس سے زیادہ حیرت یہ ہے کہ اپنی جانیں کیونکر بچا لاتے ہیں۔ میں اگر سمندر ہوتی تو ایک کو نہ چھوڑتی، اور سب کو ڈبو دیتی صرف اس غصہ میں کہ لوگ ایسی جسارت کیوں کرتے ہیں حقیقتاً سمندر کے سینہ پر اس آزادی سے پھرنا سمندر کی توہین ہے جسکو میں تو کبھی برداشت نہ کر سکتی تھی"

شہاب: "یہ آپ نے کیا فرمایا۔ آپ سمندر بننے کی خواہش کرتی ہیں، حالانکہ اگر کوئی سمندر سے پوچھے تو وہ کہے کہ میں عورت کیوں نہ ہوا، جسکی صرف ایک نگاہ کے عمق میں اسکی تمام گہرائیاں ڈوب سکتی ہیں اختر صاحب، آپ کیوں اپنی توہین کرتی ہیں جب کہ محض ڈبو دینے کے معاملہ میں ایک عورت سمندر سے بہتر کام کر سکتی ہے، رہا یہ امر کہ پانی کی اس طغیانی سے لوگ جانیں کیونکر بچا لاتے ہیں، یقیناً حیرت ناک امر ہے لیکن اس سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ یہ ہے کہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں۔ آپ سے ملتے ہیں اور پھر زندہ رہتے ہیں اسکی تاویل ممکن ہے۔ لیکن اسکی تو کوئی توجیہہ نہیں ہو سکتی"

اختر: (سنجیدگی سے) آپ کی ذہانت جسقدر دلچسپ ہے کاش اتنی ہی بے ضرر بھی ہوتی میں یہ نہیں کہتی کہ آپ عورتوں کو اپنی جنس سے بہتر خیال کریں، لیکن اسقدر توہین بھی مناسب نہیں کہ آپ واقعات کی حد سے گزر جائیں افسوس ہے کہ ہر شخص اپنے

بتائیں مظلوم ظاہر کر کے اپنی غلطیوں اور اپنے مظالم کو چھپانا چاہتا ہے لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا مکر ہے۔ آپ عورتوں کو ملزم قرار دینے میں کسقدر جری ہیں اور خود اپنے جرائم و معاصی پر کبھی نگاہ نہیں کرتے، خود اپنے دست تطاول کے کارناموں کو یاد نہیں کرتے کہ غریب عورتوں کے دل کس کس طرح دکھائے جاتے ہیں، اور پھر کبھی فکر اندمال نہیں کی جاتی۔ آپ افعال سے گزر کر شخصیت سے بحث کرنے لگتے ہیں، کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ اس کے جواب میں ایک عورت آپ کی شخصیت سے بحث نہیں کر سکتی۔ آپ اس کمزوری سے یہ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ وہ آپکی قوت کا ہمیشہ اعتراف کرنے کے لیئے آمادہ ہے، آپ کے نزدیک عورت کا وجود ہی تباہ کن ہے، کیونکہ آپ اسکو دیکھکر اپنے جذبات پر قادر نہیں رہ سکتے، لیکن اگر انصاف کیجیئے تو معلوم ہوگا کہ اسمیں غلطی صرف آپ کی ہے اور کمزوری آپ کے نفس کی ورنہ اگر آپ نظام تہذیب و قانون مدنیت کے مطابق اپنی آزادی میں کچھ کمی پیدا کر دیں تو نہ آپ کو کوئی شکایت کا موقع ملیگا اور نہ عورت کا وجود آپ کے لیئے تکلیف دہ ہو سکتا ہے، آپ کیوں وہ آرزو اپنے دل میں پیدا کرتے ہیں جو پیدا نہ کرنی چاہیئے آپ کیوں ایک چیز کو دیکھکر ایسی خواہش کی اپنے دل میں، پرورش کرتے ہیں، جو بے محل ہے یہ کیسا ظلم ہے کہ آپ دیکھنے کی چیز کو ہاتھ سے چھونا چاہتے ہیں جب آپ اسمیں کامیاب نہیں ہوتے تو اس چیز کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر عورت کے ساتھ مردوں کی طرف سے وہی سلوک کیا جائے جسکی وہ مستحق ہیں، جسکی وہ اہل ہیں تو ایک طرف اگر عورتیں اپنی جگہ آرام سے رہ سکتی ہیں تو دوسری مردوں کو بھی تکلیف نہیں پہونچ سکتی، مرد و عورت کا تعلق ایک فطری تعلق ہے، جس سے مجبور ہو جانا نہ صرف مرد بلکہ عورت کے لیئے بھی ناگزیر ہے اور اسلیئے اگر صرف مجبوری باعث شکوہ ہو سکتی ہے تو اسمیں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک

یہ جدا بات ہے کہ آپ اسکو ظاہر کر دیتے ہیں، ایک عورت ایسا نہیں کرسکتی اور اگر کرسکتی ہے تو اسقدر مخفی طریقہ سے کہ آپ سمجھ نہیں سکتے۔"

شہاب "(مسکرا کر) آپ سے ملنے کے بعد غالباً یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے آپ کو اسقدر مضطرب و متضاد گفتگو کرتے دیکھا ہو، معاف کیجئے، آپ نے میری پہلی تقریر کے سمجھنے میں غلطی کی، "آپ" سے میری مراد، آپ کی "جنس" تھی اور آپ نے اسے صرف اپنی ذات پر محمول کر کے مجھے "ذاتیات" سے بحث کرنے کا ملزم قرار دیا، ہرچند آپ کی اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے میرا دل دکھتا ہے کہ اس سے آپ کے غرورِ نسوانی کو صدمہ پہونچے گا، لیکن اس خیال سے کہ کہیں یہ غلطی مستحکم ہو کر آپ کی تمناؤں کو گمراہ نہ کردے، میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ کم از کم آپ میری طرف سے تو ہمیشہ مطمئن رہیئے کیونکہ آپ کی جنس میں تو مجھے دیکھنے کا بھی کوئی چیز نظر نہیں آتی، چھونے کا ذکر کیا ہے رہا مرد و عورت کا وہ تعلق جسے آپ "فطری" کہتی ہیں، میرے نزدیک صرف "موسمی" چیز ہے، اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں کسی عارضی و سطحی بات کو اک "قہقہہ" سے زیادہ اہمیت دینے کا عادی نہیں اور نہ کسی نوع کے جذبات ظاہر کر کے "عورت" کو ان کے جواب دینے کا موقعہ دیتا ہوں خواہ وہ "مخفی طریقہ" سے ہو یا "برافگندہ نقاب"

اختر جو شہاب کی اس گفتگو پر "پڑنے" کی حد تک محجوب و منفعل ہو چکی تھی، مشکل سے جواب میں "درست" ہے کہہ سکی، اور پھر باوجود کوشش کے وہ وہاں ٹھہرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔

(۹)

جسوقت آخری مرتبہ شہاب و اختر کے درمیان گفتگو ہوئی تھی، اسکو دو ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے اور اس زمانہ میں بارہا اختر کا جی چاہا کہ وہ شہاب کو دور ہی سے ایک نگاہ دیکھ لے، لیکن اسکو جرأت نہ ہوئی کیونکہ شہاب کی تلخ گفتگو کا ایک ایک

لفظ اس کے دل میں زہراب غم بنکر اتر گیا تھا، اور وہ کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح اس خیال کو دل سے جدا کر دے، جس کے "محبت" ہونے کا یقین اس کے مستقبل کو تاریک بنا رہا تھا۔

وہ "شہاب" سے الفت کرنے لگی تھی، اس کا یقین تو اسکو اسی وقت ہوگیا تھا جب سب سے پہلی مرتبہ اس نے شہاب کو ساحل ابالو پر اپنے متعلق گفتگو کرتے سنکر، اپنی پیشانی کو عرق آلود محسوس کیا تھا، لیکن اب تو اس کا علم طفیل اور اس کے اسباب کو بھی ہوگیا تھا اور اسٹیج کے بعض افراد بھی اس حقیقت سے آگاہ ہوچکے تھے۔

اسمیں شک نہیں کہ اختر ایک انتہا خوددار و غیور عورت تھی اور جب وہ اپنی مضطرب خلوتوں میں شہاب کی بے پروائیوں کا تجزیہ کرنے بیٹھتی تو اسے اپنے بدن کا ایک ایک ریشہ فتیلہ کی طرح جلتا ہوا محسوس کرتی، اور شہاب کی فطرت میں ہزاروں نقص نکال کر اس سے متنفر ہوجانا چاہتی تھی، لیکن اس خیال کے ساتھ ہی اس کا دل دھڑکنے لگتا، آنکھیں پرنم ہوجاتیں اور آخر میں وہ شہاب کی بے اعتنائیوں کے سامنے اسی طرح سربسجود ہوجاتی، جیسے کوئی پوجاری اپنے ظالم دیوتا کے سامنے جھک جائے۔

اس مرتبہ اس نے کامل دو ماہ تک ضبط کیا، اس نے اس زمانہ کا ایک لمحہ اس کوشش میں صرف کر دیا، کہ کسی طرح شہاب کی تصویر کو اپنے دل سے محو کردے لیکن جب وہ اس میں کامیاب نہ ہوئی، تو اسنے آخر کار یہ فیصلہ کر لیا کہ "اب جبکہ مجھے اس تباہی سے چارہ نہیں، تو پھر کیوں نہ عہد انتظار کو جلد ختم کر دوں اور کیوں نہ اس لمحہ سے قریب تر ہوجاؤں، جس سے دوچار ہونا مقسوم ہوچکا ہے"

بمبئی کی بھیگی ہوئی رات کا ایک حصہ گزر چکا ہے، حیات عشق کی سرگوشیاں

کرنے والوں پر ہلکی چاندنی نے چلمن ڈال دی ہے اور گیس کی ملگجی روشنی ایک سوگوار حسن کی طرح، عالم سکوت میں اپنی زندگی آہستہ آہستہ ختم کر رہی ہے
شہاب اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا ہے اور کبھی کبھی دریچہ سے اس منظر پر بھی نگاہ ڈال لیتا ہے۔

"کون سمجھ سکتا ہے، لیکن کم از کم آہنی تختیوں پر کندہ کرا کے کسی کھنڈر میں دفن تو کرا سکتا ہوں، ممکن ہے کہ مستقبل بعید میں جب انسان کا دماغ زیادہ تربیت یافتہ ہو جائیگا اور اسکو یہ "منقوشات" نظر آئیں گے، تو وہ اس زمانہ کی تاریکی پر کوئی قطعی حکم نہ لگا سکے گا" —— شہاب یہ سوچتا جاتا تھا اور اپنی اس تصنیف کو پورا کرتا جاتا تھا جس کا نام اس نے "الہامات" رکھا تھا —— جسوقت وہ اس فقرہ پر پہونچا کہ "دنیا جن چیزوں کو محسوسات سے تعبیر کرتی ہے وہ حقیقتاً جس کی رسوائیاں ہیں" تو بیتاب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا آنکھیں گرم ہو گئیں اور ہلکی سی لرزش اس کے جسم پر طاری ہو گئی —— تھوڑی دیر تک وہ کمرہ میں ٹہلتا رہا اور پھر دریچہ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا تھا کہ کوئی شخص نیچے سے یہ شعر گاتا ہوا گزرا

ترے جواہر طرف کلاہ کو کیا دیکھیں ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

کسقدر مرتفع سطح پر پہونچکر غالب نے اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ عام شعراء کے کلام سے یہ ایسا ہی ممتاز ہے جیسے رات کو آسمان کی بلندی میں چکور کی آواز، زمین کے دوسرے طیور کی نغمہ سرائی سے —— "جواہر طرف کلہ" محسوس چیز ہے، لیکن اسیر "اعتماد نظر" جس کی رسوائی ہے۔ "اوج طالع لعل و گہر" غیر محسوس ہے، لیکن "ذہنیات" کی زندگی اسی سے وابستہ ہے —— "وہ حقیقتیں" جن کو ظاہر ہو جانا چاہیئے مستور ہیں

اور "ظواہر" جو نظرانداز کردینے کے قابل ہیں وہ انسان کے دل و دماغ پر مستولی نظر آتے ہیں ـــــ یہ ساحل تلاب یہ چاندنی اور سمندر کی موجوں سے لطف اٹھانے والے، یہ دولت کی مستی و سرشاری میں اقتضائے فطرت کو محو کردینے والے یہ "بدعات قلب" کے لیے "داعیات روح" کو ایک انسانی آغوش کی گرمی میں سرد کردینے والے، کسقدر بے خبر ہیں کہ وہ "اوہام" کے لیے کس طرح "حقائق" کی قربانی کررہے ہیں اور ایک "آنی لذت" کے لیے "ابدی راحت" کو ہاتھ سے دیدینے میں کس قدر جری ہیں ـــــ"

شہاب اسی خیال میں منہمک تھا کہ کسی آدمی نے زینہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک خط دیکر چلا گیا......

......شہاب صاحب آپ سے ملے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا، لیکن یہ کوئی اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ اسمیں میرا مقصد و ارادہ شامل تھا میں چاہتی تھی کہ آپ سے نہ ملوں، اور آپ سے ملنے کا خیال بھی دل سے محو کردوں، لیکن اس دو مہینے کے عرصہ میں میری کوشش کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ آج میں اپنی ہستی کو آپ کے سامنے مغلوب دیکھتی ہوں اور میں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ محبت جو ظلم کی طرف سے دل میں پیدا ہوجاتی ہے اس کا مداوا ممکن نہیں، لیکن پھر بھی آپ سے اسکی توقع کرتی ہوں۔ دل میں ابھی نئی آگ لگی ہے اور اضطراب اسقدر بھی سمجھنے کا موقعہ نہیں دیتا کہ آگ لگانے والے بجھاتے نہیں۔

بہرحال میرے اعتراف شکست کو قبول کیجیے، اور کم از کم مجھے یہ تو محسوس نہ ہونے دیجیے کہ آپ مجھ سے برہم ہیں کہ آپ کا یہی لطف میرے لیے بڑی لذت روح ہے۔

"اختر"

شہاب نے یہ خط پڑھا اور اسکی پشت پر صرف یہ لکھ کر

بروایں دام بر مرغ دگر نہ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

ایک لفافہ میں بند کیا اور آدمی کو دیا کہ اسی وقت لیٹر بکس میں ڈال دے۔

بمبئی کی دوپہر اپنے کاروباری ہنگامہ کے لحاظ سے ایک خاص دلچسپی رکھتی ہے، اور خصوصیت کے ساتھ فورٹ کا حصہ تو نہایت دلچسپ نمائش گاہ نظر آتا ہے، آراستہ و مہذب دوکانوں کا آئین آرائش و اعلان، موٹروں اور خوبصورت فٹنوں کا سامنے اپنی باقاعدہ قطار سے اُن کی زینت میں اور اضافہ کرنا، مختلف رنگ کی ساریوں میں حسن و شباب کا، قوس و قزح کی پرچھائیں کی طرح دوکانوں کی فضا میں اپنی سبک و شوخ قدموں سے تلاطم رنگ و نور پیدا کرتے رہنا، یہ وہ معمولی مناظر ہیں جو روزانہ نئی شان سے نظر آتے رہتے ہیں۔

.... جکسبلر (کتب فروش) کی دوکان بھی اسی نوع کی آبادی سے معمور ہے، اور عین اسوقت جبکہ اختر بھی کسی کتاب کی تلاش میں مالک دوکان کی میز کے پاس کسی الماری کو دیکھ رہی ہے، وہ ایک کلرک کو ہدایت کرتا ہے کہ "مسٹر شہاب کی کتاب واپس کرکے اطلاع دیجائے، کہ ہم اسوقت اسکی اشاعت سے مجبور ہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ ان کا حساب عرصہ سے معلق حالت میں پڑا ہوا ہے، اور ہم اس سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتے"

مسٹر شہاب! کتاب کی واپسی!! حساب کا معلق حالت پڑا رہنا!!! اختر کے لیئے یہ وہ انکشافات تھے کہ تھوڑی دیر کے لیئے وہ مبہوت ہوگئی اور اسے یقین نہیں کیا کہ یہ گفتگو اسی کے شہاب کے متعلق تھی، اب اس نے الماری میں کتاب کی تلاش کو ختم کردیا اور آہستہ آہستہ مالک کی میز کے پاس آکر دریافت کیا: "کیا براہ کرم آپ مجھے مطلع

فرما سکتے ہیں کہ ابھی آپ نے جس کتاب کی واپسی کے متعلق حکم دیا ہے وہ کس کی ہے، اور اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے دکھائیے کہ وہ کس موضوع پر لکھی گئی ہے؟"

اس نے یہ سنکر پہلے کچھ حیرت آمیز تامل کیا، لیکن پھر اس خیال سے کہ ایک خاتون کی درخواست کا مسترد کرنا آئین تہذیب کے خلاف ہے، اسنے جواب دیا کہ "وہ کتاب مسٹر شہاب کی ہے جو کچھ عرصہ سے بمبئی میں مقیم ہیں اور علیگڈھ کالج کے نہایت ذہین و قابل گریجویٹ ہیں میں ان سے کئی بار ملا ہوں، اور اسمیں شک نہیں کہ اُن کی گفتگو حیرت انگیز طور پر دلچسپ ہوتی ہے، لیکن بعض اوقات میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کا دماغ صحیح نہیں ہے اور جو کتاب انہوں نے بغرض اشاعت میرے پاس بھیجی ہے وہ غالبًا اسی وقت کی دماغی حالت کا نتیجہ ہے جب وہ اعتدال سے ہٹ جاتا ہے اس کا نام انہوں نے "الہامات" رکھا ہے اور جسمیں نوامیس فطرت پر فلسفیانہ انداز سے بحث کی ہے، لیکن وہ بحث اسقدر دقیق ہے کہ لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے، اور آپ جان سکتی ہیں کہ ایسی کتاب کی اشاعت سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کیا آپ وہ کتاب دیکھنا چاہتی ہیں؟"

اختر: "جی ہاں، اگر کوئی حرج نہ ہو!"

اسنے اپنا چپراسی بھیجکر وہ کتاب منگوائی اور اختر کو دیکر پھر اپنے کام میں لگ گیا۔

اختر نے سب سے پہلے اس کے سرورق کو دیکھا جسپر سرخ حرفوں میں "الہامات" (Revelations) درج تھا اور اسکے نیچے (By Shehab) از شہاب لکھا ہوا تھا، وہ شاید ابھی یقین نہ کرتی کہ یہ وہی شہاب ہے لیکن جب اسنے دوسرے صفحہ پر اس مفہوم کی عبارت تمہید یہ دیکھی:-

....

....

میں عنوان بناتا ہوں
اس مجموعہ کا

اُس ستارۂ صباحی کو جو ہر رات میرے ساتھ اس دنیا پر ایک مایوس نگاہ ڈالتا

ہوا، دامنِ افق میں اپنا چہرہ چھپا لیتا ہے۔" "شہاب"

تو وہ سمجھ گئی کہ دنیا میں صرف ایک ہی شہاب یہ لکھ سکتا ہے اور اسلیئے اُس نے مالک دوکان سے کہا کہ:- "کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ مسٹر شہاب نے اس کا حقِ تصنیف کسقدر طلب کیا ہے"

مالک: "ایک ہزار روپیہ"

اختر: کیا ممکن نہیں کہ دوسرا شخص یہ رقم ادا کر کے اس کتاب کو خریدے اور آپ اپنی طرف سے وہ رقم مسٹر شہاب کو پیش کر دیں؟"

مالک: "لیکن پھر سوال اشاعت کا رہ جاتا ہے، کیونکہ غالباً وہ اسکو منظور نہ کرینگے کہ اسکی اشاعت میں تعویق ہو" ——— **اختر:** "اسکی اشاعت کے خرچ کا اندازہ آپ نے کتنا کیا ہے؟"

مالک: "دو ہزار"

اختر: "اور مسٹر شہاب کے ذمہ آپ کا کسقدر مطالبہ ہے؟"

مالک: "تین سو روپیہ"

اختر: "میں ممنون ہونگی اگر آپ مسٹر شہاب سے دریافت کر کے مجھے اطلاع دینگے کہ وہ اس کتاب کی اشاعت کا زیادہ سے زیادہ کب تک انتظار کر سکتے ہیں اور اپنے کلرک کو منع کر دینگے کہ آج انہیں وہ تحریر نہ بھیجے جس کے بھیجنے کا آپ نے حکم دیا ہے"

مالک دوکان نے جو اختر کے ہر سوال پر سراپا استفہام و استعجاب ہو جاتا تھا، اسکو کچھ تامل کے ساتھ منظور کر لیا اور اختر اس کا شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔

طفیل: "اختر یہ آج تمہارا حال کیا ہے، اگر تم سو کے نہیں اٹھی تو روئی ضرور ہو؟"

اختر: "نہیں تو ذرا کسلمند ہوں، طبیعت مضمحل ہے۔ یہ تو فرمائیے دو تین دن سے آپ تھے کہاں؟"

طفیل: "ہاں خوب یاد آیا، میں تم سے کہنا ہی بھول گیا کہ محمود آئے ہیں اور میرے ہاں مقیم ہیں"

اختر: "آپ انہیں کیوں نہ لائے؟"

طفیل: "وہ آپ کے پاس آتے ہوئے ڈرتے ہیں"

اختر: "خوب، یہ آپ نے عجیب بات کہی، اچھا میں چلوں گی۔ مجھے تو ڈر نہیں معلوم ہوتا۔ کب آئے ہیں؟ شہاب صاحب سے نہیں ملے؟"

طفیل: "کل آئے ہیں اور صرف شہاب ہی سے ملنے اور ان کو راضی کرنے، لیکن سوال تو یہی ہے کہ ملیں کیونکر، محمود کا تو یہ حال ہے کہ شہاب کے روبرو ہونے کے خیال سے ان کے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے"

اختر [illegible] اس لئے کہ اسکی محبت بری طرح ٹھکرائی جا رہی تھی، اس بات کو بھی کسی طرح گوارا نہ کر سکتی تھی کہ کوئی اور بھی شہاب سے شدید تعلق رکھے، وہ چاہتی تھی کہ اس کے سامنے کانپنے والی ہستی بھی صرف اسی کی ہو اور اسمیں بھی اس کا کوئی شریک نہ ہو، اسلیئے اس نے طفیل کی گفتگو کو سنا اور خاموش رہ گئی، وہ دنیا سے اپنے تمام تعلقات قطع کر کے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو اب شہاب ہی کے تصور و خیال کے لیئے وقف کر دینا چاہتی تھی، اور اسنے عہد کر لیا تھا کہ شہاب جسقدر زیادہ اس سے نفرت کریگا، وہ اسیقدر اس سے محبت کریگی، اسلیئے اب نہ اسے طفیل کی باتوں میں کچھ لطف آتا تھا اور نہ وہ محمود کے واقعات اور حالات سے

دلچسپی لے سکتی تھی وہ چاہتی تھی کہ ساری دنیا سے منہ موڑ کر اپنی زندگی کو شہاب ہی کی خاموش پرستش کے لیئے وقف کر دے اور لب اوقات اسے اپنے تھیٹر کے کاروبار کو بھی بند کر دینا چاہا، اور وہ شاید ایسا کر گزرتی، لیکن چونکہ شہاب کی مالی حالت اچھی نہ تھی جس کا علم اُسے ایک دن قبل کتب فروش کی دوکان پر ہو چکا تھا، اسلیئے اسنے یہ ارادہ ترک کر دیا تھا، اور اب زیادہ انہماک کے ساتھ اسمیں حصہ لینا چاہتی تھی، تاکہ وہ زیادہ آزادی کے ساتھ شہاب کی خدمت کر سکے۔

طفیل اختر کی خاموشی پر سکوت سے غور کر رہا تھا کہ خادم اندر آیا اور اُسنے ایک لفافہ اختر کو دیا، یہ لفافہ اُسی کتب فروش کا تھا، اسنے لکھا تھا:-

"معاف فرمائیے تعمیل ارشاد میں ذرا تاخیر ہوئی، لیکن اسکی وجہ یہ تھی کہ ہماری تحریر کے جواب میں مسٹر شہاب نے میرے نمائندہ کو بلایا تھا چنانچہ وہ آج دوپہر کو وہاں گیا، چونکہ مسٹر شہاب علیل تھے اور تپ شدید تھی اسلیئے کوئی تفصیلی گفتگو تو نہیں ہو سکی، البتہ اسقدر ضرور معلوم ہوا کہ وہ اسپر بھی راضی ہیں کہ ان کی کتاب کبھی نہ شائع کی جائے، اسلیئے اس باب میں ہم آپ کی ہدایت کے منتظر ہیں"

اختر اس تحریر کو دیکھتے ہی اسقدر نمایاں طور پر گھبرا گئی کہ طفیل کو اسکی وجہ دریافت کرنی پڑی، لیکن کوئی جواب نہ دیا اور اندر جا کر فوراً تیرہ سو کا چک لکھا اور کتب فروش کو ایک خط لکھا کہ "ہزار روپیہ فوراً مسٹر شہاب کو پہونچا دیجیئے اور تین سو روپیہ اُن کی کتابوں کے حساب میں جمع کر لیجیئے، اسی کے ساتھ ان کو اطلاع دیجیئے کہ آپ کی کتاب کا معاوضہ ایک ہزار بھیجا جاتا ہے، کتابوں کے مطالبہ کا کوئی ذکر نہ کیجیئے، لیکن براہِ کرم اس کا پورا لحاظ رہے کہ یہ راز میرے آپ کے سوا تیسرے شخص کے علم میں نہ آنے مجھے امید ہے کہ آپ میری اس درخواست کو رد نہ فرمائیں گے، اسوقت ۲ بجے ہیں

اور زیادہ سے زیادہ تین بجے تک آپ اس چیک کی رقم بنک سے وصول ہو کر چار بجے تک ان کو پہونچا سکتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ آپ اسقدر تکلیف گوارا فرما کر مجھے ممنون ہونے کا موقع دینگے، کتاب کا مسودہ کل میرے پاس گیارہ بارہ کے درمیان بھیجدیجئے۔"

چیک بھیجکر وہ ادھر سے تو مطمئن ہوگئی، لیکن شہاب کی خبر علالت نے جو اضطراب پیدا کر دیا تھا اس کے دور ہونے کی تدبیر اسکی سمجھ میں نہ آتی تھی، کیا وہ خود جائے، لیکن اسنے خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ ملنے سے انکار کر دیں، کیا طفیل و محمود کو بھیجا جائے، لیکن کس بہانہ سے اور پھر یہ کہ اُن کا وہاں جانا اس کے دل کو کیونکر مطمئن کر سکتا ہے، وہ دیر تک اندر بیٹھی ہوئی، اسی الجھن میں مبتلا رہی اور آخر کار اس نے فیصلہ کر لیا، کہ بعد مغرب میں خود جاؤنگی - اب سوال یہ تھا کہ تین چار گھنٹے انتظار کے کیونکر بسر کیئے جائیں، سو اس کے متعلق اسنے یہی مناسب سمجھا کہ اس عرصہ میں وہ محمود سے جا کر مل آئے۔

محمود، جو تین ماہ کے اندر اپنی حیات ازدواجی سے بخوبی سیر اور ایک حد تک بیزار ہو چکا تھا، اب پھر بمبئی آیا تھا تاکہ کسی طرح وہ پھر شہاب کو راضی کر لے، کیونکہ شہاب ہی ایک ایسا شخص تھا جسکی صحبت میں وہ حقیقی لطف زندگی کا حاصل کر سکتا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ نکاح ہو جانے کے بعد اسکی زندگی کے لیئے کوئی بہتر مشغلہ ہاتھ آجائیگا لیکن وہ حقیقت سے بے خبر تھا، اور شاید اسے یہ خبر نہ تھی کہ سکینہ جب اسکی بیوی ہو کر گھر آئیگی، تو وہ اسکی ماں کی بہو بھی ہو جائیگی، پھر شادی کے بعد ایک ماہ تک تو اسے اس تغیر کی خبر نہیں ہوئی جو سکینہ کے آتے ہی گھر کی فضا میں ہو گیا تھا، لیکن اس کے بعد اس نے محسوس کرنا شروع کیا کہ اسکی مسرتوں میں کچھ تلخی بھی شامل ہے، اور سکینہ کسی اندرونی خلش کی وجہ سے ہر وقت ملول و مضمحل رہتی ہے ہرچند سکینہ

نے دریافت کرنے پر ہر مرتبہ لطائف الحیل سے ڈال دیا، لیکن محمود کے تجسس نے آخرکار اسے بتادیا کہ اگر وہ خوش رہ سکتا ہے تو صرف اسی صورت سے کہ سکینہ کو لیکر علیحدہ رہے اور وہ اسپر قادر نہ تھا، کیونکہ اول تو دنیا میں ابھی اسکی کوئی مستقل ہستی نہ تھی، اور دوسرے اس سبب سے کہ اس کے والد ہنوز زندہ تھے، اور ان کے سامنے کسی طرح وہ اس کی جرأت نہ کرسکتا تھا، اس نے بہت کوشش کی کہ اسکی ماں اور بیوی کے تعلقات میں جو کشیدگی پیدا ہوگئی ہے دور ہوجائے، لیکن وہ اسمیں کامیاب نہ ہوا اور آخرکار گھبراکر، اور ہندوستانی معاشرت کے ناقابل علاج نقائص سے بیزار ہوکر پھر بمبئی چلاآیا کہ شاید پھر شہاب اس سے راضی ہوجائے اور چند دن اسکی لطیف صحبتوں میں اپنے تکدر کو دور کرسکے، ہرچند پہلے بھی وہ سمجھتا تھا کہ شہاب کا رام کرنا آسان نہیں ہے لیکن بمبئی آکر جب وہ اس سے زیادہ قریب ہوگیا، تو اس کا خوف اور زیادہ بڑھ گیا اور شہاب کے پاس جانے کے خیال سے اس کا بدن کانپنے لگا، ہرچند وہ جانتا تھا کہ شہاب اسے نکال نہ دیگا، اسے یہ بھی یقین تھا کہ وہ اس سے باتیں بھی کریگا لیکن یہ امر کہ وہ شہاب ہوکر اس سے ملیگا، اسمیں کلام تھا اور اسی کے حصول کے لیے وہ یہاں آیا تھا، یہ ایسا مشکل مسئلہ تھا کہ نہ طفیں کوئی رائے دیسکتا تھا اور نہ اختر کوئی تدبیر بتا سکتی تھی، لیکن اس نے یہ کہا کہ "ہرچند میں دو ماہ سے ان سے نہیں ملی ہوں، لیکن میں آج شام کو صرف آپ کی وجہ سے جاؤنگی اور کوشش کرونگی کہ آپ کے متعلق ان کے خیالات معلوم کروں۔ ممکن ہے کہ اب اتنے دن گزرنے کے بعد برہمی میں کچھ کمی ہوگئی ہو، یہ تو ظاہر ہے کہ آپ سے ان کو شدید تعلق تھا اور کیا عجب ہے کہ آپ کی جدائی کی تکلیف نے ان کے اصول میں کوئی تغیر پیدا کردیا ہو، بہرحال کل تک اس مسئلہ کو ملتوی رکھیئے، لیکن خدا کے لیئے یہ تو بتائیے کہ آپ کیوں ایسے شخص کے گرویدہ ہیں جو محبت سے اسقدر بیگانہ، خلوص کا اسی درجہ دشمن ہے"!

محمود:۔ "اختر صاحب، آپ نے شہاب کے متعلق رائے قائم کرنے میں غلطی کی ہے
میرے نزدیک اس سے زیادہ محبت کرنے والا انسان فطرت نے پیدا ہی نہیں کیا، لیکن یہ
ضروری ہے کہ اس کے اصول محبت عام لوگوں کے اصول سے بالکل علیحدہ ہیں، مثلاً
دنیا کا دستور ہے کہ اپنا خلوص ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن شہاب کے
لیئے اس سے زیادہ قابل نفرت چیز اور کوئی نہیں ہے، اس سے کسی نے خلوص
کا اظہار کیا اور اسے اسکے خلوص کی طرف سے شک پیدا ہوا، اس کے ہاں فلسفہ
احساس یہ ہے کہ "جو نگاہوں کی التجاؤں کو نہیں سمجھتا، اس کے سامنے زبان کو
شرمندہ تکلم نہ کرو" اسلیئے آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اس کے ملنے والے مفقود ہیں،
اور نہ وہ کسی سے ملنا پسند کرتا ہے، آپ یقین کیجیئے کہ شہاب کا پورا مطالعہ کرنے کے
بعد ایک انسان اسکی پرستش پر مجبور ہو جاتا ہے، اس سے زیادہ محبت و خلوص
رکھنے والا اس سے زیادہ ایثار کرنے والا اور اس سے زیادہ دانشمند مشیر میسر نہیں
آسکتا، میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اس کے برہم ہو جانے سے فطرت مجھ سے
روٹھ گئی ہے اور زندگی کا لطف مجھ سے ہمیشہ کے لیئے چھین لیا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں
کہ میں نے شہاب کے کہنے پر عمل نہ کرکے اپنی حیات کو داغدار بنا لیا ہے اور اسکی
پیشینگوئیاں ایک ایک کرکے میرے سامنے آرہی ہیں، لیکن مجھے معلوم ہے
کہ اس کا علاج بھی وہی کر سکتا ہے اور اب اسی درد کو یہاں لیکر آیا ہوں، آہ،
اختر صاحب، افسوس ہے کہ آپ نے شہاب کا مطالعہ دور سے کیا ہے، ورنہ
شاید آپ سب سے پہلے اس کے دیوتا ہونے پر ایمان لے آتیں"

اختر:۔ "حضرت دور ہی سے مطالعہ کرنے کی سزائیں مجھے ایسی سخت مل چکی ہیں کہ نزدیک
سے مطالعہ کرنے کی ہمت مجھ سے مفقود ہو گئی ہے۔ علاوہ اس کے نزدیک کا مطالعہ کرنے
والوں کی مثال بھی میرے سامنے موجود ہے، خدا کے لیئے آپ اس زندگی کی دعوت

مجھے نہ دیجئے، جسکی تلخ کامیوں کا آپ مشاہدہ کر چکے ہیں"
محمود "نہیں، میں آپ کو دعوت نہیں دیتا، بلکہ ایک واقعہ کا اظہار کرتا ہوں، چونکہ آپ نے شہاب کے سمجھنے میں غلطی کی ہے، اسلئے میں نے اس غلطی کے دور کرنے کی کوشش کی، ورنہ میرے ان کے درمیان جو معاملہ ہے، وہ نہ بیان میں آسکتا ہے اور نہ کوئی سمجھ سکتا ہے، بہر حال میں شکر گزار ہوں کہ آپ میرے لیئے آج وہاں جانے کی تکلیف گوارا فرمائینگی۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ کی گفتگو سے وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ تحریک میری طرف سے ہے اور ان کا یہ سمجھ لینا اور زیادہ مضر ثابت ہوگا"

(۱۱)

اختر چلنے کو تو چلدی، اور بالکل اسطرح جیسے کوئی مجرم عدالتگاہ میں آجاتا ہے یا رم خوردہ غلام اپنے آقا کے پاس، لیکن جسوقت فطری غیرت و خودداری کا احساس ہوتا تو وہ کبھی یکسر استفہام ہو جاتی تھی اور کبھی سراپا حیرت و استعجاب، وہ چاہتی تھی کہ راستہ سے لوٹ جائے، وہ کوشش کرتی تھی کہ شہاب کو اپنی صورت نہ دکھائے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اسوقت اپنے کو بالکل ایسا ہی مجبور پاتی تھی، جیسے کوئی عورت اپنی ساری کا پلو دوسرے کے ہاتھ میں پہونچ جانے کے بعد کہ مبادا کشمکش میں وہ کھل جائے۔
وہ چلی جا رہی تھی اور ہر ہر قدم پر ایک دنیائے گفتگو، طیار کرتی جاتی تھی، وہ شہاب کے مکان کے نزدیک ہوتی جاتی تھی، اور اسکی نسائیت کی ناز آفرینی، شہاب کے خلاف دل ہی دل میں ایک دفتر الزامات بھی مرتب کرتی جاتی تھی ——————

—————— وہ خیال کرتی تھی کہ "جب میں اس کے سامنے پہونچونگی تو وہ اپنی تحریر پر یقیناً نادم ہوگا اور چونکہ ندامت ارتقائی درجہ اعتراف قصور کا ہے، اسلیئے میں اس کے اس اعتراف کو قبول بھی کرونگی"

لیکن واقعہ یہ ہے کہ محبت کرنے والا دل اگر ایک طرف خدائے تادیلات ہی، تو دوسری طرف وہ پرستار حقائق بھی ہے۔ جب تک خیال کی دنیا سے اُسے واسطہ ہے وہ ایک بادشاہ ہے، لیکن جہاں واقعات وحقیقیات سے دوچار ہوا، وہ سراپا احتیاج وسوال نظر آنے لگتا ہے ——— جبوقت تک اختر وہاں نہ پہونچی تھی، وہ دلائل وبراہین، حقوق ومطالبات کے دشنہ وخنجر سے اپنے کو ہمہ تن آراستہ پاتی تھی، لیکن جسوقت وہ شہاب کے سامنے پہونچی تو وہ کچھ نہ تھی مگر ایک ارتعاش ملتجی، ایک لرزۂ مسترحم۔ اُسکے ہات پانوں کانپ رہے تھے، جسم پر رعشہ طاری تھا، اور رگوں میں اس کے خون کا ہر قطرہ اپنی جگہ پیچ نستہ ہوا جا رہا تھا۔

جسوقت اختر پہونچی، شہاب، باوجود اس کے کہ تپ شدید تھی، ایک کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا، اس نے اُٹھکر اختر کی پذیرائی کی اور چاہا کہ اُس سے ہات ملائے، لیکن اسنے ہاتھ بڑھا کر کھینچ لیا کہ مبادا وہ ملمس کی غیر معمولی گرمی سے اسکی تپ کا حال جان لے، اختر یہ خیال دل میں لیکر آئی تھی، کہ شہاب بستر پر پڑا ہوگا، کراہ رہا ہوگا، وہ اسکی تیمارداری کریگی، رات بھر بیداری میں کاٹ دیگی، اور اسطرح ممکن ہے کہ وہ سنگین دل میں کوئی جگہ حاصل کر سکے، لیکن اسے یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ وہ اسوقت بھی نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ کام میں مصروف تھا، تاہم خلاف معمول اُسکے ہاتھ نہ ملانے سے اور چہرہ کی تمازت وسرخی سے وہ سمجھ گئی کہ تپ تو ہے لیکن وہ اسکو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔

چونکہ اختر کو ایک نوع کی شکست ہوئی تھی، اسلیئے اُس نے اپنی ذہانت ثابت کرکے شہاب کے ضبط سے انتقام لینے کے لیئے آخرکار یہ کہہ ہی دیا کہ "جب آپ کی طبیعت خراب ہے، تو کیوں اسقدر محنت کرتے ہیں"

شہاب "یہ آپ سے کس نے کہا؟"

اختر: "آپ کے چہرہ کی غیر معمولی سرخی نے"
شہاب: "کیا مسرت سے ایسا ہونا ممکن نہیں؟"
اختر: "لیکن ہر ممکن واقعہ تو نہیں ہوتا"
شہاب: "آپ ممکن کو کہتی ہیں؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ دنیا میں وہ بات بھی جسکو محال ہونا چاہیئے لبا اوقات واقعہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اسکی مثال آپ کا یہاں تشریف لانا ہے، خیر میں اس ذکر کو چھوڑتا ہوں ورنہ آپ پھر میرے اوپر کوئی الزام رکھکر خود ہی برہم ہو جائینگی —— ہاں، یہ تو فرمائیے۔ آجکل آپ کے کاروبار کا کیا حال ہے؟"
اختر: "خیر شکر ہے کہ اگر آپ کو میرے حال کی پرواہ نہیں تو میرے کاروبار کی طرف تو اعتنا رہے"
شہاب: "اسلیئے کہ آپ کا حال اسی سے وابستہ ہے (معاف کیجیئے میں ماضی و مستقبل سے بحث نہیں کرتا۔) اور اگر اس سے "ذہنیات" کی دنیا مراد ہے، سو اس سے میرا بے خبر رہنا ہی اچھا کہ میں اپنی درماندگی سے آگاہ ہوں اور مشکل سے کسی کے دردِ تمنا کا حریف ہو سکتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو عرض کروں کہ میرا آپ کی اُس تحریر پر، جس کا جواب سوائے میرے ہر شخص کی طرف سے صرف "سپردگی" ہو سکتا تھا، اسقدر سخت لکھدینا، صرف اسی لیئے تھا کہ میں جذبات رقیق کی حقیقی عزت کرنے کا اہل نہیں ہوں، اور یہ میرے کیش میں کفر ہے کہ جو بات میرے امکان میں نہ ہو اس کے متعلق کسی کے دل میں کوئی غلط توقع قائم کروں"
اختر: "خیر، جانے دیجیئے، وہ تو میں سب کچھ سمجھ چکی ہوں اور اسوقت میرے آنے کا مقصود شکایت پیش کرنا نہ تھا بلکہ صرف خیریت مزاج معلوم کرنے، اور آپ سے رخصت ہونے کے لیئے آئی تھی"

شہاب: "کس طرف کا قصد ہے، کیا بمبئی سے زیادہ ہنگامہ پسند دنیا کوئی اور آپ نے تلاش کرلی ہے"
اختر: "ہاں، ایک دنیا خلوت و گوشہ گیری کی ایسی ہے، جہاں میرے لیئے بمبئی کی فضا سے زیادہ ہنگامہ ہے اور اسی کی تلاش میں یہاں سے جارہی ہوں۔ آپ ایسی صورت میں کس جگہ کا انتخاب کرتے؟"
شہاب: "میں؟ میرے لیئے تو ہر وہ جگہ جہاں میں بیٹھ جاؤں، ایک مکمل خلوتکدہ ہے، کیونکہ میرے نزدیک خلوت کے لیئے کسی غیر آباد اور سنسان مقام کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد خود اپنا عمق قلب ہے، جہاں ہنگامۂ حشر کی بھی رسائی نہیں"
اختر: "یہ صحیح ہے، لیکن میرے تو اعماقِ قلب مجھ سے چھین لیئے گئے ہیں اور میں اس حد تک مجبور ہوں کہ اس چھین لینے والے کا نام بھی لب تک نہیں لاسکتی"
چونکہ شہاب کی تپ تیز ہوتی جارہی تھی اس لیئے وہ اٹھا کہ آرام کرسی پر جاکر لیٹ رہے، لیکن اٹھتے ہی اس کا دماغ چکرایا اور قبل اس کے کہ اختر بڑھ کر اسکو سنبھالتی، وہیں فرش پر بیہوش ہوکر گر پڑا۔
شہاب کی علالت کو ایک ماہ سے زائد زمانہ گزر گیا، اور اس دوران میں اختر و محمود نے اپنے اوقات کا اکثر حصہ اسکی تیمارداری میں صرف کیا، پہلے ہفتہ میں تو اسے ہوش ہی نہ تھا کہ کون اس کا معالج ہے اور کون تیماردار، لیکن جب ذرا مرض میں تخفیف ہوئی اور اسنے آنکھ کھول کر سب سے پہلے محمود کو دیکھا تو یقیناً اس کے چہرہ پر مسرت کے سے آثار نمودار ہوئے لیکن وہ معمولی مزاج پرسی کے حدود سے آگے نہیں بڑھا، اور کوئی گفتگو ایسی نہیں کی جس سے محمود کو یہ معلوم ہوسکتا کہ شہاب کا طرز عمل اسکے ساتھ آئندہ کیا ہوگا۔

اختر جس محبت و خلوص کے ساتھ اسکی تیمارداری میں مصروف تھی اُسے شہاب اچھی طرح محسوس کر رہا تھا اور اسلیئے وہ بے چینیاں جو ایک منت پذیری کا بار برداشت نہ کر سکنے والے دل میں پیدا ہو سکتی ہیں، اندر ہی اندر اسکو مضطرب کر رہی تھیں، وہ چاہتا تھا کہ اب یہ منظر کسی طرح ختم ہو، وہ کہتا تھا کہ "میری حالت" اب اسقدر مہلک توجہ کی محتاج نہیں ہے"، لیکن اختر مسکرا کر، ہنس کر ٹال جاتی اور وہ پھر اُس خاموشی کے ساتھ جو ضبط کی آخری حد ہے سر جھکا کر رہ جاتا۔

زمانہ گزرتا گیا اور شہاب کی حالت سنبھلتی گئی حتی کہ صرف ضعف باقی رہ گیا۔ ایک شام جب کہ شہاب کے پلنگ کے پاس اختر کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا، اور ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ضربات نبض شمار کرنے کے لیئے شہاب کی کلائی کو اپنی نازک انگلیوں کی گرفت میں لیئے ہوئے تھی، تو پہلی مرتبہ شہاب نے محسوس کیا کہ اسکے ہات کی نرمی اس کے دل کو متاثر کر رہی ہے اور وہ ایک خاص قسم کی حرارت و تپش محسوس کر رہا ہے، اس نے فوراً اپنا ہات ہٹا لیا اور کہا کہ "اب تو میں اچھا ہوں، ڈاکٹر کی ہدایت پر اسقدر سختی کے ساتھ عمل نہ کیجیئے کہ میں ہمیشہ اپنے کو بیمار سمجھنے پر مجبور ہوں، علاوہ اسکے یوں بھی آپ جب دیکھیں گی، قلب و نبض کی حرکت سریع ہو جائیگی اور میں اسی طرح علیل بنا رہونگا" ——— اس کے بعد دونوں طرف سکوت طاری ہو گیا، اور کچھ دیر بعد شہاب نے جو دیر سے دل ہی دل میں اختر کے لطف و التفات کا تجزیہ کر رہا تھا، دفعتہً یہ سوال کیا کہ:۔

"اختر صاحب اگر آپ کے ساتھ کوئی شخص اسی قدر لطف و محبت کا سلوک روا رکھتا جو آپ کی طرف سے میری بیماری کے زمانہ میں ظاہر ہوا، تو آپ کیا کرتیں؟"

اختر، جو کبھی شہاب کی طرف سے ایسے سوال کی توقع نہ کر سکتی تھی، یہ سنکر حیرت زدہ سی رہ گئی اور ایک منٹ تامل کرنے کے بعد اُسنے جواب دیا کہ "اول تو میری

طرف سے کوئی خاص بات ایسی ظاہر نہیں ہوئی جسے آپ غیر معمولی لطف و محبت سے تعبیر کریں۔ اور اگر میں اسے تسلیم بھی کر لوں، تو میرے پاس کوئی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے معلوم ہی نہیں اسکی لذت کیا ہے اور دل اس نوع کے خلوص سے کس حد تک متاثر ہوتا ہے، آپ ہی ارشاد فرمایئے۔"

شہاب "میں تو ایسی صورت میں اس شخص سے ملنا ترک کر دیتا یا اسکو مجبور کرتا کہ جو کچھ میں کہوں اسپر عمل کرے۔"

اختر ہر چند اسوقت ایک خاص قسم کا حزن و ملال اپنے دل میں لیئے ہوئے تھی، لیکن شہاب کے اس جواب پر بے اختیار مسکرا دی اور بولی کہ "میری رائے میں آخری فقرہ کچھ اضافہ کا محتاج ہے، اور وہ یہ کہ ——— وہ میرے کہنے پر عمل کرنے کے لیئے آمادہ ہو جاتا تو میں اس سے کہتا کہ اب تم مجھ سے نہ ملو۔"

شہاب "(مسکرا کر) آپ بڑی خطرناک حد تک ذہین ہیں، میں سمجھتا ہوں آپ کے اس جملہ کی روح کو۔ گویا آپ پہلے سے سد باب کرنا چاہتی ہیں کہ اگر میرے دل میں یہ خیال بھی ہو تو نکال دوں، لیکن آپ یقین کیجئے کہ میرے ذہن میں یہ بات نہ تھی اور نہ آپ کے اس کہنے سے بھی میں [illegible] آتا۔"

اختر "تو پھر فرمایئے۔ کوئی حکم دیجئے، میں اسکی تعمیل کروں۔"

شہاب "فی الحال میری [illegible] ہے کہ آپ ہفتہ میں دو بار سے زائد آنے کی تکلیف گوارا نہ کیجئے اور وہ بھی شام کو صرف ایک گھنٹہ کے لیئے۔ میں خود اپنی تیمار داری کر لیا کرونگا۔"

اختر اس کا جواب کچھ دینا ہی چاہتی تھی کہ طفیل آگیا اور اسکے پیچھے ڈرتے ڈرتے محمود بھی۔ شہاب نے اس خیال سے کہ براہ راست محمود سے گفتگو کرنے کا موقع نہ ملے ان لوگوں کے آتے ہی طفیل کو اپنا مخاطب بنا لیا، اور دریافت کیا کہ "آپ نمائش گاہ گئے تھے؟" طفیل سمجھ گیا کہ شہاب کا اصل مقصود کیا ہے اسلیئے اس نے جواب

دیا کہ "گیا تو تھا، لیکن نہایت عجلت میں، محمود نے وہاں کا زیادہ تر مطالعہ کیا ہے
اور بعض بعض مجسموں اور تصویروں کو تنقید کی نگاہ سے بھی دیکھا ہے"

شہاب "میں تو آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا تھا، سنا ہے کہ فیروزہ کا [illegible]
کا نقش زیادہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کا موضوع کیا ہے؟"

طفیل "مجسمہ کا موضوع تو حقیقتاً "پرستش آتش" ہے ——— ایک حسین
لڑکی نیائش و پرستش کے تمام جذبات اپنے خد و خال میں لیے ہوئے، خم گردن
کے ساتھ دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے سامنے ایک ملتہب شعلہ کی پرستش کر رہی
ہے، اور اس میں شک نہیں کہ وہ نمائش گاہ کا بہترین بت ہے، لیکن مجھے تو [illegible]
عبارت نے زیادہ لطف دیا (محمود سے مخاطب ہو کر) کیا فقرہ ہے، تمہیں یاد ہوگا"

محمود "(Sacred worship [illegible]) اختلاط شعلہ و بلور"

شہاب "ممکن ہے مجسمہ، مجسمہ ہونے کے لحاظ سے اچھا ہو، لیکن میرے نزدیک یہ عنوان [illegible]
لیے صد درجہ ناموزوں ہے، بت ساز کا اصل خیال یہ ہے کہ وہ پرستش کی حالت میں [illegible]
کو بھی قابل پرستش قرار دیتا ہے، لیکن اس خیال کا مظہر اس نے غلط منتخب کیا، یہ خیال
صرف تصویر میں بدرجۂ اتم ظاہر ہو سکتا ہے، کیونکہ جب تک شعلہ و بلور کا فرق نہ دکھا [illegible]
جائے اور پھر اسی کے ساتھ شعلہ کے اثر سے بلور کا رنگین ہونا اور بلور کے اثر سے شعلہ [illegible]
صباحت کا پیدا ہونا نمایاں ہو، اس عنوان کا مصداق پیش نظر ہو ہی نہیں سکتا
پھر اک پرستار حسین کے چہرہ کا آتش مقدس کے سامنے ارغوانی ہو جانا اور آتش
مقدس کا حسن صبیح کے روبرو کسب بلور کرنا، ایک مجسمہ میں کیونکر ظاہر ہو سکتا
ہے۔ یہاں ایک جسم جامد اور بت تراشی کا اوزار بیکار ہے، اس کے لیے صرف
سطح اور رنگ کی ضرورت ہے۔ ہاں، جہانگیر کی تصویر کا موضوع کیا ہے؟"

طفیل "تصویر کا موضوع بالکل ظاہر نہیں کیا گیا، اور غالباً یہی جدت ہے جس [illegible]

اور زیادہ شہرت دیدی ہے، جہانگیر نے اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص اس تصویر کا موضوع بتا دیگا، اسکو یہ نقش تحفتہً دیدیا جائیگا"

شہاب "کیا آپ تصویر کی کیفیت بیان کر سکتے ہیں؟"

طفیل "ایک سوار نہایت تیزی کے ساتھ ایک انسان کو پامال کرتا ہوا اپنے گھوڑے کو دوڑائے جا رہا ہے، اور اس کے آگے ایک حباب رنگین ہوا میں اڑتا چلا جا رہا ہے، پیچھے ایک انسانی مجسمہ ہے جو سوار کے سر کے قریب نظر آتا ہے صرف یہ ہیں تصویر کے نقوش"

شہاب "سوار کی عمر و وضع کیا ہے؟"

طفیل "سوار جوان ہے اور اسکی وضع سے رنگین مزاجی ظاہر ہوتی ہے"

شہاب "(ذرا تامل کرنے کے بعد) طفیل صاحب، یہ تصویر تو آپ کی ہو گئی؟"

طفیل "کیا موضوع آپ کی سمجھ میں آ گیا؟"

شہاب "یقیناً، اور اگر میرے بتائے ہوئے موضوع کے خلاف مصور نے کسی اور خیال کو ظاہر کیا ہے، تو بالکل لغو ہے"

طفیل "بتائیے میں نمائش کی کمیٹی کے سامنے پیش کر کے تصویر ملنے پر حاضر کرونگا"

شہاب "میں بتاتا ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اختر صاحب اس تصویر کو قبول کریں، کیونکہ میرے نزدیک اس سے درس حاصل کرنے کی ضرورت ان سے زیادہ اور کسی کو نہیں ہو سکتی"

اختر "مجھے منظور ہے، اور میں اس تصویر کو نہایت عزت کے ساتھ رکھونگی"

شہاب "اچھا تو سنیئے:- سوار سے مقصود نوع انسان ہے یا انسان کی وضع کی ہوئی موجودہ تمدن کی ہیئت اجتماعی۔ حباب رنگین سے اسکے دنیاوی مسرتیں

مرادلی ہیں اور جس سے موت یا انقطاع مسرت۔ دوسرے انسان سے ہمکو سوار روندتا ہوا جارہا ہے وہ جماعت بشری مراد ہے، جس کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہم مسرت کی جستجو میں، جس کی حقیقت ایک حباب یا بلبلہ سے زائد نہیں ہے، بہت سی حقیقتوں کو پامال کرتے ہوئے گزر رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہمیں اسکی خبر نہیں کہ موت جو ہر وقت سر پہ سوار ہے کس وقت آجائے اسلئے میرے نزدیک اس کا بہترین عنوان صرف (chase after happiness) (تعاقب مسرت) ہو سکتا ہے"

طفیل "حقیقت یہ ہے کہ شہاب صاحب، آپ ساز ہیں انسان ہونا قیامت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مصور نے کسی اور خیال کے ماتحت یہ تصویر بنائی بھی ہو تو وہ اس عنوان کو سنکر اپنا خیال بدل دیگا۔ اور ہر شخص اسی کو ترجیح دیگا"

اختر جو شہاب کی اس فراست کو دیکھ کر عجیب مسرت محسوس کر رہی تھی اور بر بنائے محبت چاہتی تھی کہ شہاب ہی کی طرف سے یہ خیال پیش کیا جائے، بولی کہ "کیوں نہیں آپ اس خیال کو مفصل طور پر لکھدیتے کہ طفیل صاحب آپ کی طرف سے پیش کر دیں"

شہاب "معاف کیجئے، میں اسطرح کے اسباب افتخار صرف تقسیم کرتا ہوں، اپنے لئے محفوظ نہیں رکھتا" اس کے بعد تھوڑی دیر تک اور گفتگو رہی اور پھر طفیل و اختر دونوں قصداً اٹھکر چلے گئے، تاکہ محمود اور شہاب تنہائی میں مل سکیں، شہاب نے اسکو محسوس کیا اور محمود سے مخاطب ہو کر بولا: "غالباً آپ (محمود کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسے شہاب نے لفظ آپ سے مخاطب کیا ہو) برہم ہونگے کہ میں نے اسوقت تک آپ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ لیکن آپ واقف ہیں کہ آج ہی میں ایک انجمن میں شریک ہونے کا اہل ہوا ہوں۔ بیماری کے دوران میں

آپ نے جس محبت و دلسوزی سے میری تیمارداری کی ہے، اس کا تکلیف دہ احساس مجھے ہے اور بحیثیت ایک انسان ہونے کے مجھ پر اس کا شکر لازم ہے، علاوہ اسکے چونکہ اس درمیان میں اختر کی گفتگو سے مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ آپ بمبئی میں صرف مجھ سے ملنے آئے ہیں، اسلیئے مجھے سخت ندامت ہے کہ آپ نے اسقدر تکلیف گوارا کی۔"

محمود:"یقیناً میں یہاں اسی لیئے آیا ہوں کہ آپ سے اپنی غلطی کی معافی چاہوں اور جسطرح ممکن ہو آپ کی وہی شفقت پھر حاصل کروں جس پر میں اس سے قبل ناز کیا کرتا تھا۔ بہرحال ایک انسان ہوں اور انسان بھی معمولی فہم و ادراک کا، اگر کسی جذبہ کی بناء پر (خواہ وہ کیسا ہی ناجائز کیوں نہ ہو) میں نے حقیقت سے انحراف کیا اور آپ کے فرمان کی تعمیل سے قاصر رہا، تو ایک خاطی و گناہگار کی حیثیت سے مجھے سزا دیجیئے۔ ہلاک کرنے کی کیا وجہ۔"

سہاب:"یہ آپ کیا فرماتے ہیں، کسکی خطا اور کیسا گناہ، آپ نے ایک کام کو اپنے لیئے بہتر سمجھا، اُسے اختیار کر لیا، میں اس کا مخالف تھا، خاموش ہو گیا، اب سزا اور ہلاکت کا ذکر کیا، یقیناً میں آپ کو اچھا سمجھتا ہوں، آپ کو جو تعلق میرے ساتھ ہے اسے محسوس کرتا ہوں، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ میرے آپ کے درمیان ایک خلا حائل ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا محال ہے، اسلیئے اب آپ اس کا تو ذکر ہی نہ کیجیئے اور ہمیشہ اسکا یقین رکھیئے کہ میں دشمن ہونے کی حالت میں بھی آپ کے مخلص ترین احباب سے بہتر ثابت ہونگا۔"

محمود:"اس کا مجھے یقین تھا اور ہمیشہ رہیگا، لیکن میں تو آپ سے کچھ اس سے زیادہ چاہتا ہوں، اور میری اس خواہش کی حقیقی روح آپ پر ظاہر ہے۔"

سہاب:"(گھڑی دیکھ کر) آپ تکلیف کر کے دوا اٹھا دیجیئے اور پھر وہ سرخ

جلد کی کتاب جو میز کے کنارے نظر آ رہی ہے، کرسی پر سیٹ کر دیجیئے، میں ذرا مضمحل ہو گیا ہوں اور آنکھیں بند کر کے خاموشی سے ہمکلام ہونا چاہتا ہوں"!

(۱۲)

آپ نے یقیناً کبھی گیسوؤں کی اُس نم آلود خنکی کو محسوس کیا ہوگا جو نہانے کے بعد خشک ہو جانے پر بھی باقی رہجاتی ہے، بس ایسی ہی ایک شام تھی جب سہاب ساحل قلابہ کے پتھروں پر بیٹھا ہوا ماہتاب کے بلند ہو جانے کا انتظار کر رہا تھا، مغرب کی طرف بہت دور سمندر کا وہ افقی حصہ جہاں پانی کی سطح کچھ بلند نظر آتی ہے ایک سیمیں خط اس کرۂ آب کا عرض البلد بنا ہوا نظر آ رہا تھا، اور سہاب نہایت غور سے اُس خط کے تابناک اضطراب کو دیکھ رہا تھا۔

البتہ القمر اپنی تمام بے حجابیوں اور بے باکیوں کے ساتھ نہ رُکنے والی جوانی کی طرح اپنی مینائے سیمیں سے ہلکے رنگ کی شراب زریں چھلکاتی ہوئی آ رہی تھی اور سطح آب پر سایہ کی تاریکی جو مشرق کی جانب سمٹتی جا رہی تھی، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سمندر بیدار ہو کر آہستہ آہستہ اپنی مسکراتی ہوئی آنکھیں کھول رہا ہے آخرکار چاندنی بڑھی اور سمندر کے مد کو عریاں کرتی ہوئی تمام سرزمین بمبئی پر پھیل گئی۔

سمندر کا جوش بڑھ رہا تھا، اور ساحل اُن جاذب نظر روشنیوں کو لیئے ہوئے جن کا جھلملانا حقیقتاً ایک انسان کے لیئے صرف دعوت معصیت ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھبرا کر پیچھے ہٹتا جاتا ہے اور بلند لہروں کے لیئے جگہ چھوڑتا جا رہا ہے۔

سہاب جس کی صحت اب بالکل اعتدال پر تھی غور کر رہا تھا کہ اگر چاند جس کی صورت دیکھ کر سمندر اسقدر بیقرار ہو جاتا ہے، قریب تر آ جائے اور زمین اپنی کشش کو ذرا ضعیف کر دے تو کیا ہو؟ سارے سمندر کا جوش کھا کر بلند ہونا اور زمین کی سطح سے لیکر چاند کی سطح تک نیچے سے اوپر کی طرف چڑھنے والی ناقابل اندازہ وسعت

رکھنے والی درخشاں آبشار میں تبدیل ہوجانا۔ یقیناً یہ ایسا منظر نہیں ہے کہ انسان کا متخیلہ بھی اسکی صورتگری کر سکے۔ اس کا خیال ابھی اسی حد تک پہونچا تھا کہ رک گیا اور دفعتہً اُن جہازوں کی طرف منتقل ہوا جو اسوقت حالت سرگشت نا دری میں ہیں، شہاب کو اسکی قوت متخیلہ نے ابھی تختۂ جہاز پر پھیلی ہوئی چاندنی میں صرف ایک ہی پیکر لگا دینے دیا تھا، کہ اسکی لیشت کی طرف کوئی شخص بینچ پر آکر بیٹھا اور اسکی آہٹ سے تمام کارگاہ خیال اسطرح سمٹ کر اپنے مرکز پر آگئی جیسے کوئی چھوئی موئی کے درخت کو ہات لگا دے۔

شہاب نے پیچھے مڑکر آنے والے کو دیکھا تو ایک نوعمر لڑکا تھا اور اپنی وضع سے کسی غریب مسلمان کا بچہ معلوم ہوتا تھا کہ شہاب نے اپنا منہ پھیرلیا، اور دیر تک کسی فکر میں مستغرق رہنے کے بعد اٹھا اور اسی بینچ پر آکر بیٹھ گیا جہاں وہ لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ لڑکا اقتضائے تہذیب کی بنا پر اٹھا اور پیچھے کچھ آگے بڑھ کر پتھروں پر بیٹھ گیا، شہاب جو اسکی ایک ایک حرکت پر غور کر رہا تھا، اسکی شائستگی سے بہت متاثر ہوا اور بولا۔ "تم یہاں سے اُٹھ کر کیوں چلے گئے؟"

لڑکا۔ "جی؟"

شہاب: "میرے پاس آؤ۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں"

لڑکا پہلے تو ڈرا، لیکن بعد کو جب شہاب نے زیادہ شفقت آمیز لہجہ میں اصرار کیا تو وہ اُٹھکر آیا اور ایک کونہ میں سمٹ کر بیٹھ گیا۔

شہاب: "تمہارا کیا نام ہے"

لڑکا: "مجھے سعید کہتے ہیں"

شہاب۔ "تم کہیں پڑھتے ہو"

"جی، ہاں، پڑھتا تھا لیکن اب ایک مہینے سے پڑھنا چھوٹ گیا ہے"

"کیوں؟"

"نوکری کی تلاش میں ہوں۔ سیٹھ اسمٰعیل نے مجھے اسوقت بلایا تھا۔ وہ مکان پر ملے نہیں تو یہاں بیٹھکر انتظار کرنے لگا۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہ دیا کہ پڑھنا کیوں چھوڑ دیا۔ کیا جی نہیں لگتا؟"

"جی لگنے سے کیا ہوتا ہے۔" یہ کہا اور مضمحل ہوکر خاموش ہوگیا۔

"تمہارا اصلی وطن کہاں ہے؟"

"جلال آباد۔"

"تمہارے والد یہاں کیا کرتے ہیں؟"

"ایک مہینہ ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔"

سہاب جو اس حقیقت کو پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگیا اور پھر پوچھا کہ "تمہاری والدہ تمہیں گھر کیوں نہ لے گئیں؟"

"گھر میں اول تو کوئی ہے نہیں اور دوسرے یہ بات ہو کہ کرایہ کے لیئے اتنا روپیہ کہاں سے آئے، میرے والد ۶ مہینے تک بیمار رہے، اور انکی بیماری میں میری والدہ نے سارا زیور اور گھر کا اسباب بیچ بیچ کر علاج میں لگا دیا، اسی لیئے میں چاہتا ہوں کہ کہیں نوکری مل جائے تو کر لوں۔"

"تمھارے کوئی بڑا بھائی نہیں ہے؟"

"بھائی تو ہے لیکن مجھ سے چھوٹا ہے، دو بہنیں ہیں ایک مجھ سے بڑی دوسری چھوٹی۔"

"کیا تمہاری والدہ کا کوئی عزیز ایسا نہیں ہے جو مدد کرے اور یہاں سے لیجائے؟"

"والدہ نے اپنے ایک عزیز کو جو دور کے رشتہ کے ماموں ہوتے ہیں، خط لکھوایا تھا، لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا۔"

"یہاں کس جگہ مکان ہے؟"

"پہلے جس مکان میں رہتے تھے وہ تو چھوڑ دیا اس کا کرایہ زیادہ تھا، اب ایک کوٹھری بھنڈی بازار کے قریب لے لی ہے اور وہیں رہتے ہیں۔"

"تمہارے والد یہاں کتنے عرصہ سے تھے اور کیا کرتے تھے؟"

"بہت زمانہ سے یہیں تھے اور ایک مطبع میں کتابیں صحت کرنے کا کام کرتے تھے۔"

"کیا تنخواہ ملتی تھی؟"

"تنخواہ تو کوئی مقرر نہ تھی۔ جتنا کام ہو جاتا تھا اسکی مزدوری ملجاتی تھی۔"

"تمہارے والد کا کیا نام تھا؟"

"مولوی حمید الحسن۔"

"سیٹھ اسماعیل کو تم کب سے جانتے ہو؟"

"کل میں مطبع میں منیجر صاحب کے پاس گیا تھا کہ کوئی کام میرے لائق ہو تو مجھے بھی نوکر رکھ لیں، وہیں کسی کام سے سیٹھ اسماعیل بھی آئے تھے، انہوں نے میرا حال پوچھکر کہا کہ تم کل شام کو یہاں میرے مکان پہ آنا، میں بچوں کی خدمت کے لیئے نوکر رکھ لونگا۔"

"کچھ تنخواہ بھی بتائی تھی کہ کیا دینگے؟"

"پندرہ روپیہ اور کھانا کہتے تھے۔"

"اگر تم میرا کہنا مانو تو کچھ کہوں۔"

"مانوں گا۔ آپ فرمایئے۔"

"تم ابھی کہیں نوکری نہ کرو۔ اور کل مغرب کی نماز کے وقت بھنڈی بازار کی جمعہ مسجد کے دروازہ پر مجھ سے ملو اور مجھے اپنا گھر دکھاؤ۔"

"میں والدہ سے پوچھ لوں۔"

"ہاں ضرور پوچھ لینا اور کل مجھ سے بتانا کہ انہوں نے کیا کہا۔"

یہ کہکر شہاب نے جیب سے دس روپیہ کا نوٹ اور ایک روپیہ نکالا اور کہا کہ "یہ نوٹ لیجاکر اپنی والدہ کو دینا اور روپیہ بھنا کر ٹرام کا کرایہ ادا کرنا!"

غریب لڑکا جو کبھی اسکی توقع نہ کر سکتا تھا کہ اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوگا اور جسکو کبھی اپنی عمر میں اتنی رقم یکمشت نہ ملی تھی، گھبرا گیا اور اول اول لینے میں تامل کرنے لگا۔ لیکن شہاب کے اصرار پر راضی ہوگیا اور ایک ایسی مسرت کے ساتھ جو شاید اس سے قبل غریب کو کبھی نصیب نہ ہوئی تھی سلام کرکے رخصت ہوگیا۔

(۱۲)

شہاب کو صحیح و توانا ہوئے ایک ماہ سے زائد ہوگیا ہے اور آخر جو ہفتہ میں دو بار سے زیادہ شہاب سے نہیں ملسکتی، مایوسی کی اس حد تک پہونچگئی ہے، جہاں اضطراب ختم ہوکر سکون میں مبدل ہونے لگتا ہے، محمود جو بمبئی میں صرف شہاب کو راضی کرنے آیا تھا ایکطرف گھر کے خطوط اور بعض ناخوشگوار واقعات سے متاثر ہوکر اور دوسری طرف یہ محسوس کرکے کہ شاید اب شہاب اسکی پذیرائی نہیں کرسکتا، کچھ عرصہ تک پر اضطراب زندگی بسر کرنے کے بعد تمام آلام و مصائب دور کرنے کے لیئے اپنے عنفوان شباب سے اپیل کرچکا ہے اور آہستہ آہستہ اسمیں وہ آزادی پیدا ہوتی جاتی ہے جو ایک پر شباب انسان کی فطرت کا اقتضا ہے اور جس کا ساتھ دینے کے لیئے بمبئی کا ذرہ ذرہ آمادہ ہوجاتا ہے۔

طفیل جو اپنے انداز و اطوار اور اپنے ایثار و قربانی کے لکچروں سے جنس لطیف کے مفتوح کرنے میں ید طولےٰ رکھتا ہے، حال ہی میں ایک بازاری مگر متمول عورت کو اپنا گرویدہ بناکر، معاش کی طرف سے فی الجملہ مطمئن ہوگیا ہے۔

رات کا وقت ہے اور محمود و طفیل دونوں تھیٹر میں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں کہ دفعتہً پردہ اٹھتا ہے اور اختر اپنی ان تمام رعنائیوں اور دلربائیوں کے ساتھ، جو اسٹیج پر آسے انسانی دیوی بناکر پیش کرتی ہیں، نمودار ہوتی ہے، اسکی

ساری کا وہ زرکار پلّو جو روشنی میں اندر بجلیاں لیئے ہوئے نظر آتا ہے، سر پر پڑا ہوا ہے
اور اس کے ضو سے پیشانی پر پیدا ہونے والی روشن لرزش، دلوں کو مسحور کر رہی ہے،
وہ تمام ترشاہانہ اداؤں کے ساتھ اسکی قامت کی رعنائی، وہ مکمل برق پاش کیفیتوں کے
ساتھ اسکی حسین آنکھوں سے چھلک پڑنے والا تبسم، وہ بیک وقت جاں فرسا و حیات بخش
اثرات کے ساتھ چہرہ کے رنگ میں امتزاجِ شعلہ و بلور کی طرح وہ تمام ممکن انتہایات
کے ساتھ، ایک ایک عضو سے پھوٹ پڑنے والا شباب یہ معلوم ہوتا تھا کہ آج وہ عالم سے
آثار حیات مٹا دینے کی قسم کھا کر آئی ہے اور ادھر دنیا بھی اس کے قدموں پر جان
دیدینے کے لیئے صرف اشارہ کی منتظر ہے،

محمود اور طفیل نے ایک دوسرے کو دیکھا، آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہا، اور
پھر خاموشی کے ساتھ اپنی نگاہوں کو ادھر پھیرا، یہ وقت وہ تھا جب اختر رقص کے لیئے
آمادہ ہو کر دونوں ہاتھوں کو ملائے ہوئے صرف گھونگھروؤں میں ساز کے ساتھ جنبش
پیدا کر رہی تھی۔ یہ جنبش اسکی نازک کمر اور حسین گردن میں ہلکی سی موج پیدا کرتی ہوئی
منقش کی اس جھالر میں جا کر قرار لیتی تھی جو سفاکانہ بانکپن کے ساتھ اس کے
گوشۂ ابرو پر پڑی ہوئی مچل رہی تھی، وہ اسی طرح اپنے پانوں کو جنبش دیتی رہی،
وہ اسی طرح ارتعاش خفی کا افسوں اپنے جسم کے ہر ہر ریشہ سے پیدا کرتی رہی، یہاں
تک کہ تھیئٹر کی ساری فضا اس کپکپی سے معمور ہو گئی اور ہر دیکھنے والے کی روح
اس لرزش سے بیتاب۔ اس نے اپنا داہنا ہات، شانہ کی سطح تک لا کر کچھ جگہ
نشیب و فراز پیدا کرتے ہوئے ایک طرف سیدھا کر دیا، اور نرم و نازک کلائی میں ایک
ہلکا سا بل نمایاں کرتے ہوئے ہات کی انگلیوں کو ان کی پوری درازی تک تان کر
پنجہ کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دیا جیسے اسکو کسی نے دکھایا ہے، یہ تھی اسکے حرکات
رقصیہ کی پہلی حرکت، جو مختلف سازوں سے نکلنے والی آواز پر حکومت کرتی ہوئی

معلوم ہوتی تھی، وہ آگے بڑھی لیکن چاندنی کی طرح غیر محسوس طور پر، وہ پیچھے ہٹی لیکن سایہ کی طرح غیر معلوم طریقہ سے اُسنے اپنا دامنا ہاتھ الٹ کر سر پر رکھ لیا اور اپنی لانبی گردن میں خفیف سا متکبرانہ خم، سر میں ہلکی سی مغرورانہ کشش، ابروؤں میں ایک سفاکانہ بانکپن اور آنکھوں میں ایک شاہانہ استغنا ظاہر کر دینے والی نیم خوابانہ کیفیت پیدا کرکے دیر تک اہل محفل کے صبر و ضبط کا امتحان لیتی رہی اور پھر ایک فاتحانہ تبسم کے ساتھ اسنے ایک ایسے نغمہ کی ابتدا کی جو کمیر تصویر شباب و مستی تھا، اسکی آواز جسمیں علاوہ کشش نسائی کے تکمیل فن کی بھی پوری جاذبیت موجود تھی، بلند ہوئی اور موسیقی کی وہ لذتیں جو ایک پرشباب حسن ہی کی طرف سے پیش کی جا سکتی ہیں اُس کے ایک ایک بول سے فضا میں منتشر ہونے لگیں، جسوقت وہ اپنی آواز میں (اُس آواز میں جو سننے والوں کی ایک ایک رگ میں جھنکار پیدا کر رہی تھی) نشیب پیدا کرتے کرتے آہستہ آہستہ اُسے سرگوشی کی حد تک کھینچ لاتی تھی، تو معلوم ہوتا تھا کہ روح اس گم ہوجانے والے نغمہ کی جستجو میں باہر نکل جانے کو ہے اور جب اس کی بلندی گونج کی حد تک کھینچ لاتی تھی، تو ہر شخص محسوس کرتا کہ شاید اب سازوں کے تار ٹوٹ جائیں گے اور تھیئٹر کی دیواریں شق ہو جائیں گی۔

وہ اسوقت ایک مغنیہ و رقاصہ ہی کی حیثیت سے اسٹیج پر آئی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ اسنے اپنی اس حیثیت کو اسقدر تکمیل کے ساتھ پیش کیا کہ اب اسمیں کسی اضافہ کی گنجائش نہ تھی، اور ایسا ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ اسوقت وہ اپنی حقیقی حیثیت و کیفیت کا اظہار کر رہی تھی اور بجائے نقل کے اصل کا، بجائے تصنع کے حقیقت کا اظہار اسکی طرف سے ہو رہا تھا۔

جسوقت وہ اپنا فرض انجام دینے کے بعد اندر جانے لگی تو اُس شور کے جواب میں جو اظہار پسندیدگی کا عام طریقہ ہے، اُس نے اپنے سر کو جھکا دیا اور

پھر ایک مخصوص تبسم کے ساتھ جو صرف محمود ہی کے لیئے وضع کیا گیا تھا پردہ کے پیچھے غائب ہو گئی۔ لوگوں نے اسے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لمحہ تھا جس نے ہمارے فسانہ کا سارا پلاٹ بدل دیا اور اول مرتبہ محمود نے یہ محسوس کیا کہ زندگی کا حقیقی لطف تو ایسی ہی عورت کے چاہنے اور اس سے چاہے جانے میں ہے۔

(۱۳)

"آپ کی تحریر ملی اور حقیقت کے خلاف ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ مجھے اس سے مسرت نہیں ہوئی، لیکن یہ مسرت اسلیئے نہ تھی کہ آپ نے اپنی تکلیف کا بیان اسمیں کیا تھا، بلکہ میں اسلیئے خوش ہوا کہ مجھے اسطرح آپ سے گفتگو کرنے کا موقعہ مل گیا۔

اگر آپ کی یہ تحریر مجھے کبھی نہ ملتی، تو مجھے ہمیشہ یقین رہتا کہ محمود نے خلوت میں سب سے پہلے جس موضوع پر آپ سے گفتگو کی ہوگی، وہ بلاشبہ یہی رہا ہوگا کہ میں نے آپ کے ساتھ شادی کرنے کی شدید مخالفت کی اور محمود نے باوجود اس مخالفت کے آپ کو یا خود اپنے کو مایوس نہیں کیا کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر نایاب چیز کے حصول کے لیئے، بغیر اس کے کہ وہ حقیقی معنی میں کوئی ایثار کرے، اپنے تئیں مستحق ترین ثابت کرنے کے لیئے اپنی خود غرضی کو بھی ایثار و قربانی کا رنگ دیکر پیش کرتا ہے اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ دنیا اس فریب میں مبتلا ہو جاتی ہے اسلیئے میں جانتا ہوں کہ ان قربانیوں اور غیر معمولی ایثار کی فہرست میں جو محمود نے آپ کو متاثر بنانے کے لیئے پیش کی ہوگی، سب سے پہلے اسی قربانی کا ذکر کیا گیا ہوگا اور آپ نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے، مجھے بدترین جرم کا مجرم

قرار دیا ہوگا، اور میں یقیناً مجرم ہوں اور ہمیشہ رہونگا، جب تک سوسائٹی کے قوانین جرائم کو محاسن، اور محاسن کو جرائم قرار دینا ترک نہ کردیں گے۔

آپ جس مسئلہ پر آج تنقید فرمارہی ہیں، میں اب سے بہت قبل اسکو سمجھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ محمود آپ سے شادی کرنیکے اہل نہیں اور نہ آپ اُن کی بیوی بننے کی مستحق، آپ اور وہ چونکہ باہم محبت رکھتے تھے اسلیئے سمجھتے تھے کہ دونوں کا اتحاد ضروری و مناسب ہے، میں کہتا تھا کہ آپ کا اُن کا ازدواجی اتحاد حقیقی معنی میں ناممکن ہے کیونکہ آپ دونوں صرف بربنائے محبت اس اتحاد کے طلبگار تھے۔

میں نے اس مخالفت کے جو دلائل محمود سے بیان کئے تھے وہ آپ کے سامنے بیان نہیں کرونگا کیونکہ اُن کا تعلق صرف انہیں سے تھا اور میرے نزدیک اگر وہ باز آسکتے تھے تو وہ انہیں دلائل کی بنا پر کیونکہ اُن میں اُن کے مخصوص واجبات نفس اور حالات نفسی کی رعایت ملحوظ تھی، لیکن چونکہ مجھے آپ کو حقیقت سے آگاہ کرنا ہے، اسلیئے میں آج سے پہلی مرتبہ اپنے حقیقی مدعا کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

یقیناً آپ مجھے صد درجہ وحشی اور نامہذب انسان قرار دینگی، لیکن یہ میرا ایمان و اعتقاد ہے کہ وہ تعلق ازدواج جسکی بنیاد صرف محبت پر ہوتی ہے، کبھی خوشگوار نہیں رہ سکتا، کیونکہ نکاح فی نفسہ ایک پاک جذبہ کے ماتحت عمل میں آتا ہے اور غیر مرد و عورت میں محبت کی بنیاد قائم ہوتی ہے سراسر ناپاک خواہشوں پر۔ پھر آپ خود خیال فرماسکتی ہیں کہ اجتماع ضدین کیونکر ممکن ہے،

جس طرح مجھے معلوم ہے، اسی طرح یقیناً آپ بھی واقف ہونگی کہ تہذیب قدیم میں سخت معیوب سمجھا جاتا تھا کہ کسی ایسے مرد و عورت میں باہم شادی کر دیجائے جو ایک دوسرے کو چاہتے ہوں، اگر کبھی اس کا علم ہوجاتا، تو فوراً لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دیجاتی تھی، اور کبھی محبت کرنے والے مرد کی یہ خواہش پوری نہیں کیجاتی تھی، خواہ وہ چچا اور خالہ ہی کا بیٹا کیوں نہ ہو، ممکن ہے اسوقت اس کا سبب صرف جذبۂ غیرت و خودداری قرار دیا جاتا ہو لیکن میرے نزدیک اس کا سبب کچھ اور ہے۔

آپ کا وقت تو ضائع ہو رہا ہے، لیکن مجھے اسوقت کہہ لینے دیجیئے کیونکہ شاید دوبارہ میں اس موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھوں، سب سے پہلے آپ محبت کا تجزیہ کیجیئے اور دیکھیئے کہ اسکی حقیقت کیا ہے، معاف فرمایئے اگر میں دوران بحث میں بعض ایسے الفاظ یا فقرے لکھ جاؤں، جن کا ایک خاتون کے سامنے پیش کرنا معیوب قرار دیا جاتا ہے محبت کا تعلق (خواہ آپ اس کا مفہوم نہایت بسیط قرار دیں یا بہت محدود و تنگ) جمالیات سے ہے یعنی ہم ایک چیز سے صرف اسلیئے محبت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حسین یا بہ تعبیر دیگر دلکش نظر آتی ہے اگر آپ نے محبت کا مفہوم وسیع قرار دیا ہے، تو دلکشی کو بھی اسی لحاظ سے زیادہ وسیع قرار دیجیئے، لیکن غالباً آپ کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا کہ مرد و عورت کی محبت یعنے ایک کا دوسرے کو حسین یا دلکش محسوس کرنا ایک مخصوص خواہش و غرض سے وابستہ ہوتا ہے اور کوئی دوسری فطری مجبوری ایک دوسرے سے محبت کرنے کی نہیں ہے، ایک ماں اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے، ایک

بھائی دوسرے بھائی سے محبت رکھتا ہے کیونکہ خون کا تعلق مجبور کر رہا ہے، ایک دوست دوسرے دوست سے محبت رکھتا ہے کیونکہ تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ دونوں کے اخلاق میں توافق ہے، دونوں کی فطرتیں یکساں ہیں۔ لیکن غیر مرد و عورت صرف اسلئے محبت کرتے ہیں کہ ان کے نشو و نما کا عروج حیاتیات کے بعض ذہنی مفروضات یا مخصوص داعیات نفس کی بناء پر (جن کا تعلق صرف ترکیب دماغ سے ہے) انہیں مجبور کرتا ہے۔

پھر غور کیجئے کہ جو کیفیت ایسی موسمی اور سطحی خواہش سے متعلق ہو وہ کس حد تک استوار و مستحکم کہی جا سکتی ہے، یقیناً ایک وقت آئیگا کہ زمانہ اور موسم کے ساتھ وہ کیفیت زائل ہو جائیگی اور پھر وہی چیز جسے ہم نے لطف سمجھکر اختیار کیا تھا، فرسودہ، بے معنی اور بعض اوقات تکلیف دہ نظر آنے لگے گی۔

ایک شخص جو صرف جذبات محبت کی بناء پر شادی کرتا ہے، صرف اسلئے شادی کرتا ہے کہ اسکے عارضی جذبات محبت کی تکمیل اسی طرح ہو سکتی ہے، یعنے وہ نکاح کو ایک آلہ یا ذریعہ قرار دیتا ہے حصول تمنا کا، اسلئے ظاہر ہے کہ جب وہ خواہش پوری ہو جائیگی تو اس ذریعہ یا آلہ کی اہمیت باقی نہ رہیگی ——— دوسرا شخص جو نکاح کرتا ہے صرف نکاح کی غرض سے، جو ایک عورت کو بیوی بنانے کے بعد اس کا احترام کرتا ہے اسلئے کہ وہ اس سے نکاح کر چکا ہے اسلئے کہ وہ اس سے ایک ایسا عہد و پیمان کر چکا ہے جس کا تعلق کسی اور غرض سے نہیں ہے اس کے نزدیک تعلق ازدواج کی اہمیت کبھی کم نہیں ہو سکتی کیونکہ

وہ اس تعلق کو ایک فرض کی صورت سے قائم رکھنے پر مجبور ہے، ایک شخص تشنگی کے وقت گلاس کی جستجو کرتا ہے، کیا آپ سمجھتی ہیں کہ اسے حقیقی معنی میں جستجو گلاس کی ہے، نہیں، بلکہ وہ بیتاب ہے پانی کے لیئے، گلاس کی تلاش صرف اسلیئے ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ پانی پی سکیگا۔ لیکن دوسرا شخص گلاس خریدتا ہے صرف گلاس کے لیئے، تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ پانی پینے کے بعد یا کبھی اس کے ذریعہ سے پانی نہ پینے کی حالت میں بھی اس سے متنفر یا بیخبر ہو جائیگا اسلیئے وہ شخص جو لذائذ محبت حاصل کرنے کے لیئے شادی کرتا ہے، پانی کے لیئے گلاس تلاش کرتا ہے اور جو نکاح کرتا ہے صرف نکاح کی غرض سے وہ گلاس مول لیتا ہے، یہ سمجھ کر کہ اسنے صرف گلاس مول لیا ہے، خواہ وہ ایک مرتبہ بھی اس سے پانی پینے کا کام نہ لے ـــــ یہ ہے سطحی خاکہ اُس فلسفۂ اعتقاد کا جسپر میں عامل ہوں زیادہ جزئیات سے بحث نہیں کرتا کیونکہ آپ خود ماشاء اللہ کافی تعلیمیافتہ و ذہین ہیں اور ایک عورت ہونے کی حیثیت سے اُن کیفیات کو مجھ سے زیادہ سمجھ سکتی ہیں، جو محبت کے مسئلہ میں ایک محبت کرنیوالی عورت کی طرف سے مطالبہ کی صورت میں پیش کی جاتی ہیں اور یہ کہ اُن کے رد ہو جانے کے بعد وہ کس روح فرسا حزن و ملال کے لیئے اپنے آپ کو وقف کر دیتی ہے۔

آپ نے حسبوقت اول اول یہ سنا ہوگا کہ میں نے شادی کی سخت مخالفت کی تھی، تو آپ نے مجھے اپنا اور محمود دونوں کا بدترین دشمن سمجھا تھا لیکن آپ یقین کیجئے کہ میری مخالفت صرف خیر خواہی کی بنا

پر تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ میں سے کسی کی بھی زندگی خراب ہو
میں نے اُن حالات پر بھی کافی غور کیا جن کی بنا پر آپ کے نزدیک
محمود آپ کو یا گھر کو چھوڑ کر یہاں چلے آئے ہیں اور دنیا میں بعض
اوقات اس قسم کے حالات یہ نتائج بھی پیدا کر دیتے ہیں لیکن یہ تسلیم
کر لینے کے بعد کہ محمود صرف گھر کے جھگڑوں سے یہاں چلے آئے ہیں میں
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب اُن کا واپس نہ جانا صرف اسی فلسفہ کے
ماتحت ہے کہ اب انہیں گلاس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔
میں جانتا ہوں کہ آپ کو اس خبر سے سخت صدمہ پہونچیگا، لیکن میں
نہیں چاہتا کہ آپ زیادہ عرصہ تک حقیقت سے ناآشنا رہیں کیونکہ
زیادہ کہن سال تمناؤں کی ناکامی زیادہ تکلیف دہ ہوا کرتی ہے
البتہ میں اپنی طرف سے ضرور آپ کو مطمئن کئے دیتا ہوں کہ میں اس
گتھی کے سلجھانے میں پوری کوشش سے کام لونگا، کیونکہ آپ
(ہم وطن ہونے کے لحاظ سے) میری بہن ہیں اور مظلوم، محمود کی
بیوی ہیں اور تہذیب جدید کی شکار۔

"شہاب"

شہاب یہ خط لکھ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ محمود آ گیا، اور شہاب نے غیر معمولی انبساط
کے ساتھ محمود سے کہا کہ "تمہیں آج میں ایک خوش خبری سناتا ہوں اور وہ یہ کہ میں
اختر سے شادی کرنا چاہتا ہوں"
محمود، جسکی شیفتگی اختر کے ساتھ اب بہت بڑھ گئی تھی، شہاب کا یہ فقرہ سنکر
تھوڑی دیر کے لیئے مبہوت ہو کر رہ گیا، لیکن پھر اس خیال سے کہ مبادا شہاب حقیقت
کو سمجھ جائے، اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے بیند اریں نہایت ہی دانشمندی کا

جواب دیا کہ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"
شہاب "بالکل اسی طرح جیسے تم سے ہوا اور دنیا میں ہوا کرتا ہے"
محمود "میں کیسے یقین کروں کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں"
شہاب "کس بات کی صحت پر یقین نہیں کرتے میری خواہش پر یا اس بات پر کہ ایسا نہیں ہوا کرتا"
محمود "آپ کی اس خواہش پر، کیونکہ آپ کے اصول کا اقتضا یہ نہیں ہو سکتا اور یہ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے اصول سے منحرف ہونے والے انسان نہیں ہیں"
شہاب "مجھے اصول سے منحرف ہو جانے والا انسان سمجھ کر ارشاد دیجئے"
محمود "تو مجھے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آپ کو اختر کے ساتھ شدید محبت ہو گئی ہے"
شہاب "(ہنس کر) اور کیا؟ یہی سمجھنا چاہیئے"
محمود "لیکن آپ تو اس کے مخالف تھے کہ شادی محبت کی بنا پر کی جائے"
شہاب "جب میں اپنے اصول ہی سے منحرف ہونے کے لیئے تیار ہوں تو پھر یہ استدلال بیکار ہے"
محمود "مناسب ہے کر لیجئے۔
شہاب "لیکن کروں کیسے، آپ پہلے اختر کو تو راضی کیجئے"
محمود جس کے دل میں اس سے قبل خدا جانے کیا کیا شبہات پیدا ہو رہے تھے شہاب کی اس آخری فقرہ سے ذرا مطمئن ہوا کیونکہ ابھی ایک بڑا مسئلہ اختر کی رضامندی کا باقی تھا اور وہ سمجھا تھا کہ اب شاید یہ آسانی سے طے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خدا معلوم کیوں یقین کرنے لگا تھا کہ اختر کو بھی اس کے ساتھ انس پیدا ہو گیا ہے اور وہ کسی طرح اسکی دلشکنی گوارا نہیں کر سکتی۔
محمود نے ایک اطمینان کا سانس لیکر جواب دیا کہ "میں کوشش کرونگا"

شہاب جیسے محمود کی اس جاہد شیفتگی کا حال معلوم تھا، محمود کی حالت اور گفتگو سے دیر تک لطف لیتا رہا اور پھر محمود کو رخصت کر کے اپنے کام میں مصروف ہونے ہی والا تھا کہ اختر آگئی۔

شہاب "اختر صاحب خیریت تو ہے۔ اسوقت خلاف معمول آپ نے کیسے تکلیف گوارا کی؟"

اختر "کیا آپ کے پاس کوئی اسوقت آسکتا ہے جب خیریت نہ ہونے کی حالت میں جن لوگوں کے پاس انسان جاسکتا ہے، ان میں تو شاید آپ شامل نہیں ہیں، توقع اٹھ جانے کے بعد غالب نے صرف گلہ کرنے کا مشورہ دیا ہے میرے نزدیک یہ ابتدائی مدارج سے متعلق ہے اسکی انتہائی صورت تو کچھ اور ہوا کرتی ہے"

شہاب۔ جو مشکل سے کبھی ہنستا تھا، اسوقت اختر کی گفتگو سنکر بے اختیار ہنس پڑا۔ اور اپنے اس خاص انداز میں جو کسی کے ستانے کے وقت اسمیں پیدا ہو جاتا تھا بولا۔ "وہ انتہائی صورت کیا ہوا کرتی ہے"

اختر "کیا کیجیئے گا پوچھ کے، وقت آئیگا تو دیکھ ہی لیجیئے گا"

شہاب "گویا آپ یہ کہکر مجھ پر یہ ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ ایسی صورت میں ایک انسان جان دینے کے لیئے آمادہ ہو جاتا ہے لیکن شاید آپ کو نہیں معلوم کہ یہ ارادہ غور و تامل سے لیا نہیں ہے، اور وہ لمحہ جسمیں انسان ایسا کر گزرتا ہے، زندگی کا ایسا جزو لاینجزے ہے کہ اسمیں ارادہ، غور، فکر اور تفسیر و تشریح کی گنجائش ہی نہیں، بجلی کی چمک زمانہ کے لحاظ سے اندازہ و مقدار کے تحت میں آسکتی ہے، لیکن اس ارادہ کی تکمیل کے لیئے زمانہ متعین کرنے والا ایک ایسا دعوے کرنے والا ہے، جو صرف لوگوں کو ڈرا کر اپنا کام نکالنا چاہتا ہے"

اختر "آپ کے ہاں خودکشی سے مراد صرف جان دیدینا ہے، اسلیئے آپ کا یہ سطحی د

استدلال نادرست نہیں۔ میرے نزدیک خودکشی نہ کرکے نزع کے عالم کو ہر وقت اپنے اوپر طاری رکھنا، کہیں زیادہ مشکل ہے۔"

شہاب: "مشکل بھی ہے اور عامۃ الورود بھی لیکن بات یہ ہے کہ جب اس حالت میں کوئی شخص سوسائٹی کے قوانین توڑ دیتا ہے تو سب کو علم ہو جاتا ہے، ورنہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی، اسلیئے مجھے ڈر ہے کہ آپ کہیں اس خیال کے ماتحت کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں کہ میرا ذریعہ علم بھی وہی قرار پائے جو پبلک کا ہوا کرتا ہے۔"

اختر: میں تو سوسائٹی کے لیئے ایک عضو معطل ہوں، اسلیئے ظاہر ہے کہ میری حرکت سوسائٹی کے لیئے مفید یا مضر نہیں ہو سکتی، رہا آپ کا علم سو یہ بھی کچھ ضروری نہیں کیونکہ عورت انتہائی غضب کی حالت میں بھی جبکہ اُسے انتقام کے لیئے آمادہ ہو جانا چاہیئے اپنے ہی کو کوستی ہے اور اپنی ہی جان کو نقصان پہونچاتی ہے۔

شہاب: "لیکن آپ کلیوپیٹرا کیوں نہ بنیں، جبکی زندگی آپ عارضی طور پر اسٹیج کے اندر بارہا اختیار کر چکی ہیں۔"

اختر: "جی ہاں، ارادہ کچھ یہی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ اب دنیا میں سیزر و انطانی پیدا ہونے بند ہو گئے ہیں۔"

شہاب: لیکن مصرع شاید اسی زمانہ کے کسی شاعر کا ہے:۔ تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر۔ یعنے اسوقت تو آپ کو ایک ایک انسان ایسا مل سکتا ہے جسمیں سیزریت و انطانیت وقت واحد میں جمع ہو سکتی ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں اس انتخاب میں آپ کی مدد کروں۔

اختر: نہیں۔ اس امر کو میرے ہی فیصلہ و انتخاب پر چھوڑ دیجیئے میں تو اسوقت آپ کو داد دینے آئی تھی آپ کے اس مضمون کی جو "کرانیکل" میں شائع ہوا تھا اور جس کا ترجمہ جام جمشید میں میری نگاہ سے بھی گزرا ہے۔"

شہاب: "لیکن آپ یہ سنکر غالباً زیادہ مسرور ہونگی کہ جس مسئلہ کے متعلق میں نے اس مضمون میں بحث کی ہے اسکو میں نے عمل سے بھی ثابت کر دیا ہے!"

اختر: (ذرا گھبراکر) "یعنے؟"

شہاب: "یہ کہ میں نے انہیں اصول کے ماتحت شادی بھی کرلی ہے!"

اسکے بعد دیر تک دونوں طرف ایک گہرا سکوت طاری رہا اور آخر کار اختر بے انتہا حزن و ملال لیکن اسی نسبت سے شدید ترین اشتعال ــــ وہ اشتعال جو ایک انسان میں نہایت ہی خطرناک جذبۂ انتقام پیدا کرتا ہے ــــ لیکر وہاں سے اپنے پندار میں ہمیشہ کے لیئے رخصت ہوگئی۔

(۱۴)

اختر جس وقت شہاب سے ملکر واپس ہوئی تو اسکی حالت ایک ایسے پروانہ کی سی تھی جسے "ہمہ داغ و نیمہ خاکستر" کہہ سکتے ہیں، اگر ایک لمحہ میں وہ اپنی مایوسیوں کو حیات شکن حد تک بڑھا ہوا دیکھتی تھی تو دوسرے لمحہ میں محسوس کرتی تھی کہ ابھی زندہ رہنے کی قوت اسمیں باقی ہے اگر کبھی وہ خیال کرتی تھی کہ عالم نامرادی کی تلخ کیفیات دور کرنے کا بہترین طریقہ اپنے کو ہلاک کر ڈالنا ہے تو کبھی وہ اس نتیجہ پر پہونچتی تھی کہ انتقام میں بہت زیادہ لذت ہے اور شہاب سے انتقام لینا یہی ہے کہ اس کے مقابلہ میں اپنے کو بھی حد درجہ بے پرواہ ثابت کیا جائے، وہ سوچتی تھی کہ "زندگی نام ہے تمناؤں کے ایک غیر متناہی سلسلہ کا۔ پھر یہ ظاہر ہے کہ ایک انسان کی تمام تمنائیں پوری نہیں ہوسکتیں، تو کیا ایسی صورت میں کسی آرزو کا پورا نہ ہونا قطع حیات کو مستلزم ہے، یہ صحیح ہے کہ انسان کی بعض خواہشیں اسقدر شدید ہوتی ہیں کہ وہ انکی ناکامیابی کو روح کا تحلیل ہونا محسوس کرتا ہے لیکن امتداد زمانہ اس حس کو کمزور کر دیتا ہے اور ہنگامۂ عالم کے مناظر کا تنوع رفتہ رفتہ پھر اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے،

علاوہ اسکے یوں بھی انسانی خودداری کے خلاف ہے کہ ایک ایسے شخص کے لیئے اپنے کو تباہ و برباد کیا جائے۔ جو فطرتاً اسقدر بے حس اور ناآشنا اور سنگدل ہو۔ اگر ایسے شخص کو ایک مرتبہ کسی مخصوص جذبہ سے متاثر کرکے قابو میں لے آیا جائے، تو بھی یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آیندہ وہ منحرف نہ ہوگا۔ اس کے انحراف کا اندیشہ تو ہر وقت ہے اور اسلیئے ظاہر ہے کہ ایسے انسان کے ہاتھ میں اپنی مسرتوں کو سونپ دینا کسقدر نادانی ہے یقیناً یہ فطرت کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے شہاب سے بچایا، ورنہ غالباً میری تکلیفیں اس سے زیادہ روح فرسا ہوتیں اور پھر میرے پاس آن کا کوئی مداوا بھی نہ ہوتا اب تو میں آزاد ہوں، اور اگر لطف و مسرت حاصل کرنے پر آجاؤں تو دنیا کی ہر لذت میرے لیئے موجود ہے۔ اسلیئے کوئی وجہ نہیں کہ میں ایک تمنا کے سوگ میں اپنے آپ کو تباہ و برباد کردوں، جب کہ اسمیں از سرِ نو حیات تازہ پیدا کرنا میرے اختیار میں ہے"

یہ فطرت انسانی ہے کہ جب اسکی مایوسی حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے تو وہ ایسی تاویلیں تلاش کرتا ہی جو بقاء حیات کے لیئے ضروری ہیں اور اسی نفسی کیفیت کا نام مذہب کی زبان میں صبر و ضبط ہے۔ جب اختر کو معلوم ہوگیا کہ شہاب کی شادی ہوگئی ہے تو اسکی ملتہب تمناؤں کی وہی کیفیت ہوگئی جیسے پگھلے ہوئے سونے پر پانی ڈال دیا جائے اور وہ ٹھنڈا ہونے کے بعد بھی دیر تک گرم رہے۔ چونکہ اب اختر کے لیئے چارہ کار کوئی نہ رہگیا تھا۔ اسلیئے وہ مایوسی، غیظ و غضب اور انتقام کے ممزوج جذبات کو لیئے ہوئے وہاں سے نکلی، اور راستہ بھر اس کا دماغ مختلف تاویلیں تسکین کی سوچتا رہا۔

وہ اسی حالت انہماک میں وکٹوریہ پر بیٹھی ہوئی سڑکوں سے گزر رہی تھی کہ دفعتہً اسکی نگاہ ایک یورپی کی دوکان پر پڑی جہاں شرابوں کے اشتہار بجلی کی رنگین

روشنیوں کے ذریعہ سے دوکان کے دروازہ پر اور آئینہ دار کھڑکیوں میں جگمگا رہے تھے، اختر نے کسی فوری خیال سے متاثر ہو کر گاڑی کو وہاں رکنے کا حکم دیا، لیکن اس کے بعد اسپر بھی ایک ایسی کیفیت طاری ہو گئی جسے پس و پیش سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور غالباً وہ تھوڑی دیر کے بعد گزر جاتی۔ اگر دوکان کا ملازم آکر یہ نہ دریافت کرتا کہ کیا حکم ہے؟"

اختر جس کا دماغ اسوقت مختلف خیالات اور متضاد واردات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیئے تاریک ہو گیا، لیکن اس نے نہایت کوشش سے اس حالت کو دور کر کے اسطرح جیسے کوئی شخص آنکھ بند کر کے کنوئیں میں کود پڑے "شامپین دو بوتل" کہا اور ملازم کے چلے جانے کے بعد سر پکڑ کر رہ گئی۔

....

....

محمود، شہاب سے ملنے کے بعد سیدہا اختر کے مکان پر پہونچکر اس کا انتظار کر رہا تھا اور اس کا دماغ بھی اختر کی طرح جولانگاہ خیال بنا ہوا تھا۔ چونکہ اختر کی محبت اس کے دل میں اس حد تک مرتسم ہو چکی تھی کہ وہ اسے محو نہیں کر سکتا تھا اس لیئے یہ سننے کے بعد کہ شہاب اس سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ بیتاب سا ہو گیا، وہ سمجھتا تھا کہ ایک زمانہ میں اختر کو بھی شہاب سے کچھ وابستگی پیدا ہو گئی تھی جس کا ذکر نہ کبھی اختر نے کیا تھا اور نہ شہاب نے، اسلیئے وہ ڈرا کہ کہیں یہ سنکر اختر کے جذبات محبت پھر عود نہ کر آئیں وہ اس امر کی کوشش کرتا تھا کہ کسی طرح ضبط کر کے شہاب و اختر کے ازدواج میں کوشش کرے۔ لیکن اس خیال سے اس کا دم سا گھٹنے لگتا تھا اور اس کا ہیجان شباب اسکی فطرت کی سادگی کو مغلوب کر کے تھوڑی دیر کے لیئے شہاب کی طرف سے بھی متنفر کر دیتا تھا اور اسے یہ سمجھنے پر مجبور کرتا تھا کہ یقیناً شہاب کو میری محبت کا علم نہیں ہے

ورنہ وہ ہرگز ایسی خواہش نہ کرتا اور اگر اپنا علم ہونے کے بعد بھی وہ ایسا کرتا تو مجھے بھی دوست کی رعایت فرض نہ ہونی چاہیئے تھی اور یقیناً مجھے حق حاصل تھا کہ جسطرح وہ خود غرضی سے کام لیکر میری تمناؤں کا خون کرنے کے لیئے آمادہ ہے، میں بھی اسی طرح اسکی خواہشوں کو پورا نہ ہونے دوں، لیکن میں نے یہ غلطی کی، مجھے شہاب سے صاف صاف کہہ دینا چاہیئے تھا، اب بھی ممکن ہے کہ تحریر کے ذریعہ سے اسکو اطلاع دیدوں لیکن اگر اسنے میری مخالفت شروع کردی، تو پھر میرا کامیاب ہونا مشکل ہے، بہرحال ضرورت ہے کہ جلد سے جلد میں اس حالت منتظرہ کو دور کردوں اور اس کے لیئے تھوڑی سی حماقت رندانہ کی ضرورت ہے۔

یہ سوچ کر محمود نے میز پر جاکر ایک کاغذ لیا اور اختر کے نام یہ تحریر لکھی۔

ڈیئر شہاب

اسوقت تک آپ کا انتظار کیا، خدا معلوم آپ کہاں ہیں اور کس شغل میں ہیں مجھے آپ سے ملنا ضروری تھا، میں دس بجے پھر آؤنگا، لیکن اگر آپ نہ مل سکیں تو اپنے آدمی کے ذریعہ سے مطلع کردیجیئے گا۔

"محمود"

. . . .

. . . .

جب اختر واپس آئی تو آدمی نے سب سے پہلے اسے بینک کی کتاب اور شہاب کا ایک رقعہ دیا جسمیں تحریر تھا۔

یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ جسوقت آپ کا آدمی بینک پہونچا، میں بھی موجود تھا، غالباً آپ اس جسارت کو معاف کرینگی کہ آپ کے مرسلہ ایک ہزار کے نوٹوں میں میں نے دو ہزار کا اضافہ اور کرکے آپ کے نام سے انہیں بھی جمع کردیا۔ ۱۳۰۰ تو

آپ کا میرے اوپر فرض تھا ہی، باقی ... کی زائد رقم میں نے اس لئے بڑھا دی کہ شاید ارزجوئی کی عادت آئندہ پھر کبھی آپ کو ایسا ہی لطف و احسان کرنے پر مجبور کر دے تو یہ رقم کام آئے، اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ "الہامات" واپس کر دیں، آپ اسے شوق سے اپنے پاس رکھئے، آپ نے جس حسن کے ساتھ اور جن حالات میں میری مدد کی تھی، اس کا نقش کبھی فنا ہونے والا نہیں اور اس قسم کی واپسی مجھے منت پذیری کے بار سے کبھی سبکدوش نہیں کر سکتی۔

"شہاب"

یہ تحریر پڑھ کے بعد اختر نے بینک کی کتاب کا اندراج دیکھا اور تھوڑی دیر کے لئے وہ سکتہ کے سے عالم میں مبتلا رہی کہ شہاب کو کیونکر اس کا علم ہو گیا اور اس نے کیوں اس کے اس انتہائی پندار کو بھی خاک میں ملا دیا کہ وہ شہاب کی غائبانہ خدمات کر چکی ہے اور کسی وقت اس کا علم اسکی بدسلوکی کا انتقام ہو سکیگا۔

اس کے بعد اس نے محمود کی تحریر پڑھی اور مسکرا کر اسی جگہ رکھدی کہ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جس دن وہ ایک عزم کر چکی تھی، اسی دن محمود بھی کوئی فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

( )

ساحل قلابہ کے ایک مکان کی بالائی منزل میں اختر و محمود بیٹھے ہوئے ہیں کمرے کے مغربی اور مشرقی دریچے سمندر کی خنک ہوا اور چاندنی آنے کے لئے کھولدیئے گئے ہیں۔ کمرہ کے وسط میں ایک میز پر سفید چادر بچھی ہوئی ہے، اور اس کے قریب ہی دوسری میز پر بجلی کا لیمپ گلابی فانوس کے اندر سے اُن گلاسوں کے اندر بھری ہوئی سیال شے کو اور زیادہ رنگین بنا رہا ہے جو اختر و محمود کے سامنے رکھے ہوئے ہیں، اختر

کا نازک جسم باریک ترسیب کی سفید ساری میں ملفوف ہے، جس کے پلّو ہوا کے
ہر جھونکے کے ساتھ فانوس کے محاذ میں آ آ کر رنگین ہو جاتے ہیں، اختر کی وہ دراز گردن
جو جوش شباب کی وجہ سے تازگی، نعومت صحت و شادابی کے امتزاج صحیح کا منظر
بیک وقت نگاہوں کے سامنے پیش کرتی ہے، سینہ کی اس مثلث عریانی سے
ملکر جو بلاوز کی تراش کا لازمی نتیجہ ہے، ایک لبریز شراب مینا نظر آرہی ہے اور
جس وقت وہ گردن موڑتی ہے تو گردن کے پاس کی رگ ابھر کر چشم نگراں میں
موج بادہ بن کر سما جاتی ہے، اسکے کہنیوں تک کھلے ہوئے ہات، یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ابھی ابھی سانچے سے نکالے گئے ہیں۔ اسکی بڑی بڑی مخمور آنکھیں جنمیں اوپر کی طرف
چڑھی ہوئی پتلیاں بادل میں نصف غائب ہونے والے چاند کی طرح نظر آرہی ہیں
نشہ شراب سے لبریز ہیں اور جب وہ گلاس کو نگاہیں نیچی کرکے دیکھتی ہے تو معلوم ہوتا ہے
کہ اسکی لانبی پلکوں سے شراب ٹپک ٹپک کر اسمیں مل رہی ہے، گردن جھکانے کے
بعد جب فانوس کے محاذ سے اس کا نصف چہرہ پیچھے ہو کر سفید روشنی میں آجاتا ہے
اور فانوس کا رنگ صرف پیشانی اور آنکھوں تک آکر ختم ہو جاتا ہے، تو ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ یہ کوئی عروس ہے جو سرخ حریر کے گھونگھٹ سے اپنا نصف چہرہ چھپائے ہوئے
ہے، مسرت کے تبسم نے جو اس کے جسم کے ہر ہر حصہ سے نمایاں ہے، کیف شراب
کے رنگ سے مل کر ایسی لطیف رنگینی اختیار کرلی ہے، کہ جسوقت وہ مسکرانا ختم کردیتی
ہے، اور اس کے رخسار میں پڑجانے والے گڑھے مٹ جاتے ہیں تو ان کے اندر
بھرا ہوا عبیر اسی طرح منتشر ہو کر غائب ہو جاتا ہے، جیسے سونیا رنگ کے دوپٹہ
کی شکنیں کھلجانے کے بعد اس کا رنگ، باوصف اس کے کہ ہوا کافی آرہی ہے
لیکن شراب کی حدت سے اسکی صندلی پیشانی پر پسینے کے چھوٹے چھوٹے موتی ایسے
نظر آتے ہیں جیسے کسی نے افشاں چھڑک دی ہو اور کنپٹی پر بالوں کے ایک حلقہ کا کھنک کر

چپک جانا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فیصلۂ عنبری کا دھواں قائم ہو کر رہ گیا ہے۔

محمود واقعات وحالات کے اسطرح دفعتہً بدل جانے سے، اختر کی اُن تمام کیفیات کا ایک والہانہ لطف حاصل کر رہا تھا اور اُس کا جوش شباب اُس کے گورے گورے رنگ میں اس منظر سے ملکر شراب دو آتشہ کی کیفیت پیدا کر رہا تھا، محمود اپنے مردانہ حسن کے لحاظ سے بہ نسبت شہاب کے کہیں زیادہ محبت کیئے جانے کا اہل تھا، اسلیئے جب اختر نے اسکو اس نگاہ سے دیکھا تو اسکے تمام نسائی جذبات اپنی پوری شدت کے ساتھ اس سے وابستہ ہو گئے اور اسوقت کی صحبت بادہ نے تو محمود کے اندر وہ کیفیات پیدا کر دیں کہ اختر کو ایک فیصلہ کر لینا بہت سہل ہو گیا۔ اور آخر کار اسنے وہ ادائیں شروع کر دیں کہ محمود ایسا جرأت رندانہ رکھنے والا انسان بھی اپنے تئیں مقاصد سے قریب تر دیکھنے لگا۔

آج محمود اختر کے لیئے یادہ نگاری کا بالکل پہلا موقعہ تھا، اختر نے اپنا غم غلط کرنے کے لیئے یہ صورت اختیار کی اور محمود نے اس کے اصرار کے سامنے سر عجز جھکا دیا۔ لیکن اب جبکہ ان دونوں کی روحیں اس سے متاثر ہو گئیں تو دونوں کا نقطۂ خیال بدل گیا۔ اختر کے پر شباب جذبات محمود کی طرف مائل ہو گئے، اور محمود جو اس نوع کے التفات کے عوض میں عظیم ترین قربانی کے لیئے آمادہ ہو سکتا تھا، اس معصیت کو معصیت سمجھنے میں شک کرنے لگا۔ اور اختر کے جذبات کی پذیرائی کا خیال اسکی نگاہوں کے سامنے ایک ایسا گہرا پردہ ہو کر رہ گیا کہ سارا عالم تھوڑی دیر کے لیئے اسکے دماغ سے محو ہو گیا۔ اور وہ محسوس کرنے لگا کہ دنیا نام ہے صرف "ہمیں جائے من وجائے تو باشد" کا۔ اختر و محمود کا نشہ اسوقت انتہائی عروج پر تھا، اور دونوں ایک دوسرے کی طرف کھنچ جانے کے لیئے بیتاب

اختر کی عادت تھی کہ گفتگو کرتے میں کبھی کبھی اپنے نازک ہونٹوں کو دانتوں سے چبانے لگتی۔ لیکن اسوقت یہ کیفیت ایک خاص معنی رکھتی تھی اور محمود جو ہر مرتبہ یہ کیفیت دیکھکر رعشہ براندام ہو جاتا تھا دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔

الغرض بمبئی کے ساحل پر شباب کے عالم میں جو تنہائی لطف اٹھایا جا سکتا ہے وہ اسوقت محمود و اختر کو حاصل تھا، اور دونوں باہم لذیذ ترین گفتگو میں مصروف تھے، کہ دفعتاً اختر کی حالت میں کچھ انقلاب پیدا ہوا اور اس نے چونک کر محمود کو مخاطب کیا کہ "کیوں صاحب، محبت و نکاح کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

محمود جو اس سوال کا جواب دینے کے لیے طیار نہ تھا گھبرا گیا اور اپنے گلاس کے اخیری جرعہ کو ختم کر کے بولا۔ "میں آپ کا مدعا سمجھا نہیں"

اختر "یعنی آپ تو ان لوگوں میں نہیں ہیں جو نکاح اور محبت کو ایک دوسرے کا ضد خیال کرتے ہیں"

محمود "ہاں اس سے قبل تو میں یہی سمجھتا تھا لیکن اب میرا خیال یہی ہے کہ نکاح کا تعلق جن جذبات سے ہونا چاہیئے وہ یقیناً مدعائے محبت سے جدا ہیں"

اختر "آپ کو مجھ سے محبت ہے اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ میں بھی آپ کو حاصل کر لینے کے لیے اپنے آپ کو حریص پاتی ہوں اسلیئے اگر میں آپ سے کہوں کہ آپ ہمیشہ کے لیے مجھے اپنا بنا لیجیئے۔ تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟"

محمود "یقیناً آپ ہمیشہ کے لیئے میری ہیں اور اگر اس کا یقین دلانے کا ذریعہ صرف نکاح ہو سکتا ہے تو اس باب میں میرا تجربہ نہایت تلخ ہے اور اسپر اصرار ایک نوع کی بدگمانی کا اظہار ہے جس سے مجھ کو سخت صدمہ پہونچتا ہے"

اختر "محمود صاحب آپ میری فطرت سے غالباً پوری طرح آگاہ ہو گئے ہونگے، میری فطرت کا سب سے بڑا عیب جسنے مجھے ہمیشہ پریشان رکھا، میرا بڑھا ہوا احساس ہے

اس شدت احساس کا نتیجہ ہے کہ میں بے انتہا وہمی اور شک کرنے والی ہو گئی ہوں اور اسوقت بھی جب کہ میں اپنی زندگی کے تمام کانٹے نکال کر پھینک دینے کے لیئے آمادہ ہوں، میرے اندر یہ حس کام کر رہی ہے کہ مبادا آپ کسی وقت مجھ سے بیزار ہو جائیں یہ صحیح ہے کہ انسان نکاح کے بعد بیزار بھی ہو سکتا ہے اور غالباً وہ بیزاری بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے، لیکن اس کا کیا علاج کہ ایک عورت عہد محبت استوار کرنے کے لیئے صرف یہی شرط پیش کر سکتی ہے اور اگر آپ میرے لیئے کوئی ایثار کر سکتے ہیں تو میری یہ التجا آپ کو قبول کرنی پڑیگی۔"

محمود جو اختر کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا اور جانتا تھا کہ اگر اس نے مخالفت کی تو وہ جام جو اسکے لبوں تک آ گیا ہے ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا جائیگا، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا کہ "آپ کی ہر التجا میرے لیئے فرمان ہے اور میں ایک لمحہ کے لیئے سرتابی کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتا۔ اگر آپ کا اصرار یہی ہے تو میں اسکے لیئے بھی آمادہ ہوں لیکن میری رائے میں آپ اسپر پھر غور کیجئے۔"

اختر جو باوجود تمام ذہانتوں کے پھر بھی ایک عورت تھی۔ محمود کے اس جواب سے اسقدر متاثر ہوئی کہ تھوڑی دیر کے لیئے وہ نکاح کے مسئلہ کو بھی بھول گئی اور محمود کی فطرت اسے اسقدر حسین نظر آنے لگی کہ اگر کوئی کسر اپنے تئیں اس کے آغوش میں سونپ دینے کے لیئے باقی تھی تو وہ بھی دور ہو گئی اور جس وقت اسپر دوسرے دن کا آفتاب طلوع ہوا تو وہ اپنے آپ کو محمود کی بیوی یقین کرتی تھی۔

(۱۶)

پونا کے ایک ہوٹل میں تین ماہ سے اختر و محمود کا قیام ہے اور اس زمانہ میں ایک غیر مقام کی خلوت سے جسقدر لطف اٹھایا جا سکتا ہے، دونوں اٹھا چکے ہیں، محمود کے لیئے چونکہ اب اختر میں کوئی نئی بات باقی نہیں رہی۔ اسلیئے اس کا ولولہ بھی ہٹ

چکا ہے اور اختر کے اصرار نکاح کو وہ ہر مرتبہ لطائف الحیل سے ٹالتا رہتا ہے،
اسطرف اختر بھی جو اسوقت تک کوئی نہ کوئی تاویل کرکے اپنی حماقتوں کو اپنے لیئے
قابل برداشت بنا رہی تھی۔ معاملہ کی حقیقت کو سمجھنے لگی ہے اور بعض اوقات
گھبراکر وہ محمود سے لڑنے پر آمادہ ہوجاتی ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ محمود کو اس کے ساتھ اب تک تعلق خاطر باقی ہے اور
اگر اختر نکاح کے لیئے اصرار کر کرکے، ناخوشگوار خلشیں پیدا نہ کردیا کرتی، تو وہ شاید
ہمیشہ اسی تعلق کو قائم رکھ سکتا۔ لیکن چونکہ اب روز یہ مسئلہ چھڑا جاتا تھا اور
روز اس سلسلہ میں تلخ گفتگو تک نوبت پہونچ جاتی تھی، اسلیئے محمود، جو
اختر کی صرف شیرینی حاصل کرکے اسکی تلخی کی لذت سے نا آشنا رہنا چاہتا تھا
نکاح سے بچتا تھا کچھ اسوجہ سے بھی کہ اس کا نکاح ہوچکا تھا اور وہ والدین
کی موجودگی میں ایسی جسارت نہ کرسکتا تھا۔ اور کچھ اس خیال سے بھی کہ نکاح کے
بعد اس رندانہ زندگی کا کوئی لطف باقی نہ رہے گا جسپر قربان کرنے کے لیئے ابھی اسکے
پاس شباب کا بڑا حصہ موجود تھا۔

ایک صبح جب کہ محمود کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا اور اختر ایک عالم افسردگی میں
اپنی حالت پر غور کررہی تھی کہ پوسٹمین نے محمود کے نام کا ایک خط لاکر دیا۔ اختر نے اسکو
دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ سکینہ کی تحریر ہے اور اسلیئے باوصف کوشش کے وہ اسکے
کھولنے سے باز نہ رہ سکی۔ لفافہ چاک کرکے خط نکالا اور کمرہ بند کرکے اسکو پڑھنے لگی:۔

"آج خدا خدا کرکے نہ معلوم کس طرح آپ کا پتہ اور کچھ حالات معلوم ہوئے
لیکن اب اسکو میری سادگی کہیئے یا کچھ اور کہ آپ کا نشان ملتے ہی حواس کھو
بیٹھی، اور جب لکھنا شروع کیا تو جی چاہتا ہے کہ سب کچھ کہہ ڈالوں جو جی میں
ہے، کیونکہ ممکن ہے پھر آپ کا پتہ بدل جائے اور میں اسکو نہ معلوم کرسکوں۔

لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ عورت ہوں اور مصیبت زدہ، ہر بات شکایت ہو کر منہ سے نکلنا چاہتی ہے اور مجھے آپ کا دل دکھانا کسی طرح گوارا نہیں۔ بہرحال کوشش کروں گی کہ لب و لہجہ التماس و التجا کی حد سے آگے نہ بڑھے کہ ایک عورت اسی کے لیئے پیدا ہوئی ہے لیکن اگر اتفاق سے کوئی لفظ ایسا نکل جائے جو بیچارگی کی حد سے گزر جانے والا ہے، تو اس کا مقصد در اصل میرا دل نہ ہوگا بلکہ میری کم علمی ہوگی جس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔

میں اس خوش نصیب زمانہ کے واقعات آپ کو یاد دلانا نہیں چاہتی، جب آپ کی ہستی میرے لیئے ایک آرزو سے زیادہ نہ تھی جب میں اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو ایک خوشگوار تمنا سے تعبیر کرتی تھی، جب میری ہر رات راحتکدۂ امید اور میرا ہر دن آپ کے لیئے بیدار انتظار تھا، منزل میری نگاہوں سے اوجھل تھی، لیکن اسکی ٹھنڈی فضا کا سایہ میری روح پر چھایا رہتا تھا، افق میں نظر آنے والی زریں چوٹیاں میری ضعیف پرواز کی دسترس سے بہت دور نظر آتی تھیں، لیکن ان کے عکس میں اپنے دل کو ہر وقت رنگین دیکھتی تھی، بہرحال ایک زمانہ مجھ پر ایسا بھی گزرا ہے جب باوجود مقصود سے دور ہونے کے میں مسرور و شادکام رہتی تھی، لیکن اسکا تفصیلی ذکر میں آپ سے کیوں کروں کہ مجھے خود اس تکلیف ہوتی ہے، اور شاید آپ کو بھی ہو، اسلیئے اسے چھوڑتی ہوں اور اس دوسرے دور پر آتی ہوں، جس کا مفہوم صرف آپ کی ذات ہے، آپ نے باوصف تمام مخالفتوں کے مجھے اپنی خدمت کے لیئے چن لیا۔ اپنے غیر معمولی لطف و کرم سے کام لیکر مجھے اس بات کی اجازت دی کہ اپنے آپ کو آپ کی کنیز سمجھوں۔ اللہ! آپ کا یہ وہ احسان ہے جسے میں ہزار بیدردیوں

کے مقابلہ میں بھی کبھی اپنے دل سے محو نہیں کر سکتی، آپ کو یاد ہوگا کہ
ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا تھا "تم کھوئی ہوئی سی کیوں رہتی ہو!"
میں اسوقت کوئی جواب نہ دے سکی کیونکہ زبان کی جنبش بھی میرے قابو سے
باہر تھی، لیکن اب بتاتی ہوں کہ آپ کو پا لینے کے بعد میں خود کھو گئی تھی، اور
آج جو آپ کھو گئے ہیں تو کہتی ہوں کہ اسوقت میں اپنے آپ سے بھی یہ
سوال نہ کر سکتی تھی کہ کیا واقعی آپ مجھے مل گئے ہیں۔
پھر آپ کو یاد ہے کہ میری یہ بیخودی کب تک قائم رہی؟ اچھا آپ کو اپنے
بمبئی جانے کی تاریخ تو یاد ہوگی۔ آپ کو وہ ساعت تو یاد ہوگی جب آپ نے
دفعتہً سیر کی طیاری شروع کر دی اور میرے پوچھنے پر آپ نے کوئی جواب
نہ دیا، میں سمجھی آپ نے سنا نہیں، دوبارہ ہمت کرکے دریافت کیا، تو
آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ میں نے جانا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے،
میں نے گھبرا کر پوچھا "میرا قصور تو بتا دیجیے" آپ نے بے پروائی سے
کہا کہ "نہیں اپنی ہی عقل کا فتور ہے" الغرض آپ کا گھر سے سدھارنا
اور میرا ہوش میں آنا کہ یہ کیا ہوا؟
اسکو تقریباً ایک سال کا زمانہ گزر گیا اور آپ نے مجھے کبھی یاد نہیں کیا
کیونکہ آپ مجھ سے خفا ہیں، میں اس خفگی کی وجہ نہیں پوچھونگی کیونکہ یقیناً
مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی جسکی سزا مجھے ملنی چاہیئے، لیکن خدا کے لیئے
اتنا بتا دیجیئے کہ اس سزا کی میعاد کیا ہے؟ - میں تو اپنی ساری عمر رو کر بسر
کرنے کے لیئے آمادہ ہوں اگر مجھے یقین ہو جائے کہ آخیری وقت میں بھی
آپ میرا قصور معاف کرکے دفعتہً مسکراتے ہوئے آجائیں گے
یہ زمانہ میرے اوپر جس تکلیف سے گزرا اور گزر رہا ہے، اسکو میرا دل

جاننا ہے جو ہر آنسو کے ساتھ نکل جانا چاہتا ہے یا میرا خدا جس کے حضور میں ساری ساری رات میں نے ایک ایک سجدہ میں کاٹ دی ہے، کیونکہ میرے نزدیک یہ خدا ہی کا ڈالا ہوا عذاب ہے اور وہی دور کر سکتا ہو آپ کا اسمیں کوئی قصور نہیں۔

جب ایک زمانہ تک آپ کا کوئی خط نہ آیا تو میں نے گھبرا کر، جھنجھلا کر، شہاب صاحب کو لکھا میں اُن سے یقیناً ناخوش تھی کہ انہوں نے شروع میں کیسی مخالفت کی تھی، لیکن ان کا جو جواب مجھے ملا، اُس نے میرے تمام شکوے دھو ڈالے اور میں سمجھتی ہوں کہ ان کا اسمیں کوئی قصور نہ تھا، ہاں۔ اور سنیئے کہ اس خط کے چوتھے دن ان کی ایک رجسٹری ملی۔ کھول کر دیکھا تو حیران رہ گئی، اسمیں پانچ نوٹ سَو سَو روپیہ کے رکھے ہوئے تھے، آپ شاید اور خفا ہو گئے رہونگے۔ کہ میں نے انہیں کیوں نہ واپس کر دیا۔ لیکن آپ ہی بتائیے کہ اُنکے اس فقرہ کو دیکھ کر کہ :

"اگر میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھیں تو صرف یہ سمجھ کر قبول کیجیے کہ محمود میرا چھوٹا بھائی ہے"

میں کیا کر سکتی تھی، آپ کا ذکر تھا، دل بھر آیا، رونے لگی، اور نوٹوں کو اسی طرح لپیٹ کر صندوقچہ میں رکھ دیا کہ کبھی آپ ملے تو پوچھوں گی، کہ انہیں کیا کر دں۔

اس درمیان میں اُن کے متعدد خطوط آئے اور مجھے انہوں نے ہمیشہ تسکین پہونچائی۔ لیکن آپ کا ذکر یا تو پہلے خط میں تھا یا اب آخری تحریر میں جس کے ذریعہ سے مجھے آپ کا پتہ ملا ہے اور کچھ حال اور بھی معلوم

ہوا۔ میں یہ لکھ تو رہی ہوں لیکن اگر آپ میری ایک التجا بھی مان سکتے ہیں
تو خدا کے لیئے یہ بات مان لیجیئے کہ اس بات میں شہاب صاحب سے برہم
نہ ہو جائیے گا کہ ان سے زیادہ سچا دوست آپ کا کوئی نہیں ہو سکتا وہ
میں اپنی قربانی کے لیئے تیار ہوں، لیکن یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ آپ ان کے
خلوص سے محروم ہو جائیں۔

خیر۔ بہرحال اس زمانے میں اگر میرا کوئی سچا ہمدرد تھا تو انہیں کا دم
تھا، اور انہیں کی تسکین پر اب بھی جی رہی ہوں اگر آپ نے اسکو
بھی روا رکھا، لیکن جب غور کرتی ہوں کہ اسطرح زندگی کیونکر بسر ہو گی
کب تک فریب دیکر دل کو سنبھالونگی، تو خفقان ہونے لگتا ہے اور
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔

خط بہت طویل ہو گیا، خدا جانے آپ کو پڑھنے کی فرصت ہو یا نہ ہو، اسلیئے اب
میں آخر میں وہ بھی لکھ دینا چاہتی ہوں جس کے لیئے اصل میں قلم اٹھایا
تھا لیکن ڈرتی ہوں کہ میں کوئی بات اچھی سمجھکر کروں، اور وہ بری
ہو جائے، اسلیئے ایک مرتبہ پھر معافی چاہتی ہوں اور اسکے بعد ایک
بات عرض کرتی ہوں اگر آپ قبول کریں۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہاں کسی خاتون سے جو علاوہ حسین ہونے کے بہت
قابل ہیں اور اسٹیج کی دنیا میں خاص شہرت رکھتی ہیں آپ کے دوستانہ
مراسم بہت بڑھ گئے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کو نہ آنے کا موقع
ملتا ہے اور نہ میرے خطوں کے جواب دینے کا۔

اگر یہ صحیح ہے تو آپ یقین کیجیئے کہ ایک لمحے کے لیئے بھی میں گوارا نہیں کر سکتی
کہ آپ کسی ایسی ہستی سے جدا ہو جائیں جو آپ کے لیئے بھی راحت و مسرت

کا باعث ہو، لیکن ہاں میں یہ ضرور کہوں گی کہ جسطرح آپ کو ان کی مفارقت
گوارا نہیں ہے، اسی طرح مجھے آپ کی جدائی سے سخت تکلیف ہے، اور اس کا
بہترین علاج یہ ہے کہ آپ ان کو لیکر یہاں آ جائیے، میں تو کہتی ہوں کہ آپ
ان کے ساتھ نکاح کر لیجئے۔ میں انہیں اپنی بہن سمجھوں گی، اور اگر یہ
گوارا نہ ہوگا تو میں ایک کنیز کی طرح اُن کی خدمت کرونگی۔ کیونکہ اُن سے
آپ کو راحت پہونچتی ہے، اور دنیا کی ہر وہ چیز جو آپ کے لیئے راحت
رساں ہے، مجھے دل سے عزیز ہے، شاید آپ کو یہ خیال ہو کہ اسمیں کوئی
طعن شامل ہے، لیکن خدا میرا شاہد و ضامن ہے کہ جو کچھ لکھ رہی ہوں
وہ عین میرے دل کی خواہش ہے اور اسمیں ذرا تصنع یا شکوہ و طنز
کا دخل نہیں ہے، آپ کے جانے کے بعد ابا (محمود کے والد) کسی خاص کام
سے باہر گئے تھے اور وہ اب تک نہیں آ سکے، خطوط برابر آ رہے ہیں، خیریت
سے ہیں، شاید آپ کو بھی معلوم ہو، امی (محمود کی والدہ) جو اب مجھ سے
زیادہ خفا نہیں رہتیں آپ کے لیئے بیقرار ہیں اور میں ہمیشہ جھوٹ بول
دیا کرتی ہوں کہ "اُن کا خط آیا تھا ایک ضروری کام میں لگے ہوئے ہیں
آج کل میں آنے والے ہیں" مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں جب کہ ابا
بھی گھر پر نہیں ہیں اور امی بھی بیقرار ہیں آپ کا نکاح کر کے اُن کو لے
آنا یا یہاں آ کر نکاح کر لینا زیادہ مشکل نہیں ہے چند دن بعد جب ابا
واپس آئیں گے بھی تو کچھ عرصہ تک یہ ذکر رہیگا، پھر سب بھول جائینگے
رہے میرے والدہ وغیرہ، سو ان کو زیادہ سے زیادہ صرف میری خوشی کا خیال
ہو سکتا ہے اور جب وہ دیکھیں گے کہ یہ خود میں نے اپنی مرضی سے
ہونے دیا ہے تو انہیں بولنے کا موقع نہ رہیگا۔

اچھا تو خدا کے لیۓ مجھے بتایۓ کہ آپ کب آئینگے اور میں کس تاریخ
تک اپنی نئی بہن کا انتظار کروں ۔ مجھے تو بڑی مسرت ہو کہ ان کی وجہ
سے مجھے بھی کچھ سلیقہ آجائیگا ، میں بھی آپ کو خوش رکھنے کی تدبیریں
ان سے سیکھ لونگی ، اور سب سے زیادہ یہ کہ جب آپ کبھی باہر چلے جائینگے
تو ہم دونوں آپ کا ذکر کیا کرینگے ، یہ تو نہ ہوگا کہ اب کی طرح میں ہونٹ
سی کر ایک کونہ میں خاموش بیٹھ جایا کروں گی ۔

"سکینہ"

جس وقت تک اختر یہ خط پڑھتی رہی ، اس کے جسم پر نہایت خفی رعشہ طاری رہا ، اور جب
وہ اسکو ختم کر چکی تو اس نے محسوس کیا کہ دنیا کو وہ کسی نئی نگاہ سے دیکھ رہی ہے اور
اس سے قبل جتنے مناظر اس کے سامنے تھے وہ بالکل اسطرح محو ہو گئے ہیں جیسے اسٹیج
پر ایک پردہ اٹھا کر دوسرا پردہ پیش کیا جاتا ہے ۔
اس سے قبل وہ سمجھتی تھی کہ اس سے زیادہ محبت کرنے والا انسان اور اس کے دل سے
زیادہ خلوص و محبت رکھنے والا دل کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا ۔ لیکن سکینہ کی تحریر
نے اس کے سامنے صحیفۂ محبت کا وہ عجیب و غریب ورق پیش کر دیا کہ اُسے اپنی محبت
اپنے دعوائے خلوص بلکہ خود اپنی ہستی سے شرم آنے لگی اور اس نے اب محسوس کیا
کہ حقیقی معنی میں اسکو نہ شہاب سے محبت تھی اور نہ محمود سے ۔ کیونکہ وہ شہاب کے
لیۓ اپنے ذلیل جذبات کا ضبط بھی نہ کر سکی ، اور محمود کے لیۓ وہ اس ایثار کا خواب بھی
کبھی نہیں دیکھ سکتی تھی ، جو سکینہ کے ایک ایک لفظ سے ٹپک رہا تھا ، اس نے فوراً فیصلہ
کر لیا کہ میں اب ایک لمحہ کے لیۓ بھی محمود کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتی ،
اور دنیا میں کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ سکینہ ایسی محبت و خلوص کی دیوی کا دل
دکھائے ، یقیناً محمود جس وقت اس تحریر کو دیکھے گا ۔ اس کے اخلاقیات میں تلاطم پیدا

ہو جائیگا۔ اور اگر وہ انسان ہے تو اس کے لیئے چارہ کار سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے تئیں اس کے قدموں پر جا کر ڈال دے، اسلیئے اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اس نے تھوڑی دیر تک غور کیا اور پھر محمود کے نام ایک خط لکھا اور اسکی میز پر چھوڑ کر نہایت ضروری سامان لیا اور چلدی۔

(۱۷)

محمود کو واپس آنے میں ذرا دیر ہو گئی، جسوقت وہ ہوٹل پہونچا تو لنچ کا وقت تھا گھبرایا ہوا کمرہ میں پہونچا لیکن اختر وہاں موجود تھی، خیال کیا کہ شاید غسلخانہ میں ہوگی، لیکن اُدھر نگاہ ڈالی تو اس کا دروازہ بھی باہر سے بند تھا گھبر اکر میز کی طرف دیکھا تو وہاں اُسے دو خط ملے۔ ایک سکینہ کا تھا اور دوسرا اختر کا۔ اس نے سب سے پہلے اختر کے خط کو پڑھنا شروع کیا اس نے لکھا تھا کہ:۔

"جس وقت آپ واپس آئینگے اور مجھے ہوٹل میں نہ پائینگے تو یقیناً مضطرب ہوں گے، لیکن مجھے معلوم ہے کہ یہ اضطراب دیرپا نہ ہوگا کیونکہ میرے خط کے بعد ہی آپ اپنی قابل عزت بیوی کی تحریر پڑھیں گے اور خود فیصلہ کریں گے کہ ایسی صورت میں میرے لیئے چارہ کار سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ آپ سے ہمیشہ کے لیئے جدا ہو جاؤں۔

میں گزشتہ چند دنوں سے اس بات کو محسوس کرنے لگی ہوں کہ میری ہستی میں اب کوئی چیز آپ کے لیئے جاذب و دلکش باقی نہیں ہے اور جلد وہ دن آنے والا ہے جب آپ اپنی مردانہ بیوفائی سے کام لیکر اس حقیقت کو ظاہر کر دینگے، لیکن جسوقت یہ خیال آتا تھا تو میں اپنے آپ کو ملامت بھی کرتی تھی کیونکہ آپ کے اخلاق سے ایسی بات منسوب کرنا میرے ایمان کے خلاف تھا، آپ کو نہیں معلوم، میں جانتی ہوں کہ اس کشمکش میں اپنی کتنی

راتیں خراب کر چکی ہوں لیکن آج جبکہ تکلیف اپنی انتہائی حد کو پہونچ چکی تھی، آپ کی محترم بیوی کا خط ڈاک سے آیا، یقیناً یہ نہایت غیر مہذب حرکت تھی کہ میں نے اسے کھول لیا، لیکن میں نہیں کہہ سکتی کہ وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مجھے اس پر مجبور کر دیا۔ بہر حال آپ سے معافی چاہتی ہوں اور اپنی اس جسارت پر مسرور ہوں کہ اگر میں ایسا نہ کرتی تو شاید کبھی کسی نتیجہ پر نہ پہونچتی اور ہمیشہ دنیا میں خوار و ذلیل زندگی بسر کرتی۔

اس تحریر کے مطالعہ سے قبل میں جس چیز کو زندگی و مسرت سمجھتی تھی ممکن ہے کہ وہ آپ کو ہمیشہ دلکش نظر آئے، لیکن اب میں اسے بدترین لعنت سمجھتی ہوں، اور آپ کی بیوی کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھول سکتی کہ انہوں نے میری آنکھوں سے وہ پردہ ہٹایا جو کسی دوسری طرح ہٹ ہی نہیں سکتا تھا، ان کی تحریر نے میری زندگی کا ایک نیا ورق الٹ دیا، اس نے مجھے بتایا کہ خلوص و محبت حقیقی معنی میں کس چیز کا نام ہے اور دنیا کا وہ کونسا گم شدہ گوہر گرانمایہ ہے جس کے لیے انسان کی روحیں تڑپ رہی ہیں اور نہیں پاتیں۔

میں اپنے معائب و نقائص سے آگاہ ہوں، مجھے اپنی سیاہ کارانہ زندگی کا ایک ایک واقعہ اسطرح یاد ہے جیسے کسی نے گرم لوہے سے میرے دماغ میں اسے منقوش کر دیا ہو، میں اپنے حالات بد سے بھی ناواقف نہیں، لیکن آپ یہ سنکر حیرت کرینگے کہ اپنی فہرست معاصی میں شکر گزاری کا جرم مجھے کوئی نظر نہیں آتا، اسلیے آپ یقین کیجیے کہ میں تمام عمر اس جذبۂ منت پذیری سے اپنی ہستی کو خالی نہیں دیکھ سکتی کہ ایک

خاتون نے، اسی جنس کے ایک فرد نے جسمیں بدقسمتی سے میں بھی شامل ہوں
اس منزل کی طرف میری رہنمائی کی جس کے لیے میرا ضمیر تو ضرور بیتاب تھا،
لیکن میں اس تک پہونچنا چاہتی تھی غلط راستہ سے۔
اسوقت تک مجھے اپنی جس خصوصیت پر بڑا فخر و ناز تھا وہ میرے
اس جذبہ سے متعلق تھی جسے دنیا ایثار و قربانی سے تعبیر کرتی ہے، میں سمجھتی
تھی کہ میرے اندر ایک کیفیت ایسی موجود ہے کہ میں ایک دوست کے لیے
اپنی جان تک دیدینے کے لیے آمادہ ہو سکتی ہوں، کیونکہ دنیا جان ہی کو عزیز
ترین چیز قرار دیتی ہے، اور دوستی کو نہایت مہتم بالشان محل قربانی لیکن
اب مجھے معلوم ہوا کہ ایک چیز جان سے بھی زیادہ عزیز ہے جسے محبت کہتے
ہیں اور ایک محل قربانی کا اس سے زیادہ بلند ہے جسے دشمنی سے تعبیر
کیا جاتا ہے، جس ساعت سے میرے آپ کے تعلقات محبت کی ابتدا ہوئی
اُسی ساعت سے میں ایک نوع کی نفرت آپ کی بیوی کی طرف سے اپنے دل
میں پاتی تھی، اور بعد کو جب آپ نے مسئلہ ازدواج میں پس و پیش کرنا
شروع کیا، تو میری یہ نفرت زیادہ ہو گئی کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ یہی ایک ہستی
ایسی ہے جو درمیان میں حائل ہوتی ہے اور میرے حق کو غصب کیے ہوئے
ہے، لیکن میرے احساس کے ساتھ فطرت کے اس ستم ظریفانہ طرز عمل کو
دیکھیے کہ اسی نفرت انگیز ہستی کو حقیقت کے بے نقاب کرنے کا ذریعہ
بنایا، اور اسطرح اُس کے تفوق کو مجھ پر ثابت کر کے ایک جانکاہ ضرب پہونچانے
کا سامان بہم پہونچایا۔ لیکن میں نے کہ فطرت سے جنگ کرنے کی مجھے عادت
ہو گئی ہے اب بھی مقابلہ کیا اور باوجود ایک روحانی کرب و درد کے،
میں نے دشمن کی رفعت اخلاق کا اعتراف کر کے اپنی نفرت کو اُس سجدہ

نمائش میں تبدیل کر دیا جو ہر چند میری پیشانی کو مجروح کر دینے والا ہے، لیکن روح کے لیئے ایک لذت بے اندازہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ غضب خدا کا میں کہ حقیقتاً آپ کو اپنا سمجھنے کے لیئے کوئی جائز حق نہیں رکھتی ایک مستحق کو غاصب قرار دوں اور وہی غاصب باوجود تمام حقوق اقتدار رکھنے کے اپنے بدترین دشمن کے لیئے محبت ایسی عزیز چیز کے دعیات کی قربانی پر اسطرح خوشدلی کے ساتھ آمادہ ہو جائے کہ گویا اس قربانی کو قبول کر کے دشمن کوئی بڑا احسان کریگا۔ کم از کم میرے لیئے یہ اسقدر عجیب و غریب منظر ہے کہ باور کرنے میں تامل ہوتا ہے اور ایک دفعہ اسکی صحت کا یقین کر لینے کے بعد میرے لیئے کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا سوائے اسکے کہ پاگل ہو جاؤں اور کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤں۔

اسمیں شک نہیں کہ آپ کے طرز عمل نے مجھے شکووں سے لبریز کر رکھا ہے، اور آپ کی طرف سے میرے دل میں لاکھوں شکایتیں بھری پڑی ہیں، لیکن میں آج ان سب کو اپنے دل سے نکالے دیتی ہوں، اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ آپ سے رخصت ہونا چاہتی ہوں کیونکہ آج میری حقیقی زندگی کا آفتاب اول مرتبہ طلوع ہوتا ہے اور میں اسکی روشنی کی پوجا اس حال میں کرنا چاہتی ہوں کہ میرا دل صرف اس سے پھر جانے کے لیئے اور تمام چیزوں سے خالی ہو۔

البتہ میری ایک التجا ضرور ہے اور وہ آپ کو ماننی پڑیگی کہ سب سے پہلی فرصت میں جو کام آپ کو کرنا ہو وہ جلد سے جلد وطن پہونچنا ہو اسلیئے نہیں کہ یہ آپ کا فرض ہے، کیونکہ میرے نزدیک مرد کو اپنے فرائض

کا احساس بہت کم ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی بیوی تک میرا یہ پیغام پہونچانے کے لیے
کہ "اے دیوی" میں نے تیری آواز سن لی، اور اپنے آپ کو اس عہد کا
ہمیشہ کے لیے پابند کر لیا کہ جب تک میری آخری سانس باقی ہے دنیا کے
ہر گوشہ میں اسی آواز کی تبلیغ کرونگی، اور دنیا میں جو دھڑکنے والا دل
جو رونے والی آنکھ نظر آئیگی، اس کے سامنے تیری آواز کو پیش کرونگی
تیرے اس روحانی پیام کو پہونچاؤنگی اور اگر میں اپنی زندگی میں ایک
مرتبہ بھی تکمیل کے ساتھ اس فرض کو ادا کر سکی تو سمجھ جاؤنگی کہ مقصد
حیات پورا ہو گیا، اور پھر اگر تو اجازت دیگی تو تجھ سے ملنے کے لیے نہیں
کہ تاریکی روشنی سے نہیں مل سکتی، تجھے دیکھنے کے لیے نہیں کہ میری نگاہیں
تجھ تک نہیں پہونچ سکتیں، بلکہ صرف تیرا نقش پا چومنے کے لیے
آؤنگی اور اگر قسمت نے یاوری کی، اور تیرے قدموں تک پہونچ سکی تو
سمجھ لونگی کہ تو نے میرے پرستارانہ اعترافات کو قبول کر لیا، اور
پھر اپنی روح کو تیری منور و تابناک فضا کے آغوش میں سونپ کے
ہمیشہ کے لیے مطمئن ہو جاؤنگی" "اختر"

محمود نے اختر اور سکینہ کی تحریریں متعدد بار پڑھیں اور ہر مرتبہ اس نے اپنی کیفیت میں
اضافہ محسوس کیا، یہاں تک کہ آہستہ آہستہ اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور
پھر جب اس کے جذبات کے ہجوم کو اس سے بھی سکون نہ ہوا تو میز پر سر ڈالدیا اور
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ حالت اسپر کب تک طاری رہی اور وہ کسوقت وہاں
سے چلدیا لیکن یہ معلوم ہے کہ شام کو ہوٹل کے اس کمرہ میں جہاں محمود مقیم تھا، کچھ
صورتیں اجنبی نظر آرہی تھیں اور ہوٹل والوں کو یہ بھی یاد نہ تھا کہ صبح تک جو شخص یہاں مقیم

تھا، وہ کون تھا اور کدھر چلا گیا۔

(۱۸)

طفیل:- "مجھے حیرت ہے اور اسقدر سخت حیرت کہ باوجود ضبط کی انتہائی کوشش کے میں آپ سے پوچھنے پر مجبور ہو گیا"

شہاب:- "مجھے حیرت ہے آپ کی حیرت پر، کہ جو حقیقی محل حیرت کا ہوتا ہے وہاں سے تو آپ اسطرح گزر جاتے ہیں جیسے آپ کی حس بالکل مردہ ہو اور جس واقعہ کو قدرتاً رونما ہونا چاہیئے اسپر متحیر ہو جاتے ہیں، گویا کہ وہ کوئی آسمانی معجزہ ہے، حقائق سے روگردانی کر لینے اور اوہام میں مبتلا ہو جانے کی جیسی بہتر مثالیں کبھی کبھی آپ لوگ پیش کر دیا کرتے ہیں، وہ بیشک اسقدر عجیب و غریب ہیں کہ بعض اوقات میں بھی تعجب کرنے لگتا ہوں"

طفیل:- "آپ جو جی چاہے کہیئے، لیکن میرا یہ استعجاب کسی طرح کم نہیں ہوتا کہ شہاب سا انسان ایسی شادی کرے جس کو اخلاق و مذہب کا نرم قانون بھی کبھی روا نہیں کہ سکتا آپ سوسائٹی کے ایک گوہر درخشندہ ہیں اور یہ تو آپ کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہر "بنا گوش" "گوہر آویزہ" کے لیئے وضع نہیں ہوئی، پیوند لگانے میں بھی ہمیشہ تناسب کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتے معاف کیجیئے، انہیں قوت تمیز سے معرا سمجھا جاتا ہے"

شہاب:- "آپ نے دوران گفتگو میں میرے متعلق جو کلمات تحسین کے ادا فرمائے، انکو سننے کے بعد میری قوت انفعال کو حرکت میں آجانا چاہیئے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ میں ان تمام منازل و مدارج کو طے کر چکا ہوں اور ایک لمحہ کے لیئے بھی آپکی تعریف سے اخلاقاً مرعوب ہو کر حقیقت کو چھپانے کے لیئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔

یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ میں "سوسائٹی کا ایک گوہر درخشندہ ہوں"، آپ کی

سوسائٹی کا قانون ماننے پر تیار نہیں کہ ہر "بناگوش" اس کے لیے وضع نہیں ہوئی آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ سوسائٹی کا قانون اخلاقیات کے ماتحت مرتب ہوا کرتا ہے اور اخلاقیات کی دنیا میں یہ تفریق کہ میں تو ایسا کرسکتا ہوں اور تو ایسا نہیں کرسکتا، کفر کے درجہ تک پہونچتی ہے، آپ ہی اس خیال کے ماتحت کہ فلاں "بناگوش" فلاں آویزہ گوہریں کے لیئے موزوں نہیں تعاون کی روح کو واغدار کرتے چلے جاتے ہیں اور اس امر پر کبھی غور نہیں کرتے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہر "بناگوش" کو اس آویزہ کے لیئے موزوں بنائیں۔

یاد رکھیئے کہ سوسائٹی میں جب تک بلند و پست کا معیار صرف دولت کو قرار دیا جائیگا۔ اسوقت تک کبھی معاشرت و تمدن کی خرابیاں دور نہیں ہوسکیں، جسطرح ایک انسان صرف دولت کی وجہ سے عزت کا مستحق نہیں ہو جاتا، اسی طرح افلاس ایک شخص کو ذلیل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ عزت و ذلت کا تعلق میرے نزدیک صرف اخلاق سے ہے اور اخلاق ہی کے نقطۂ نظر سے ایک پیوند کا تناسب و عدم تناسب متعین کرنا چاہیئے

آپ کو حیرت ہے کہ میں نے ایک ایسی عورت سے جو آپ کے نقطۂ نظر سے کسی طرح میرے لیئے موزوں نہ تھی، کیوں شادی کرلی۔ آپ کے پاس جو دلائل ہو سکتے ہیں، ان کا تعلق عمر، دولت اور معاشرت سے ہے۔ یعنی نہ عمر کے لحاظ سے وہ میری انیس ہونے کی اہل تھی نہ دولت و معاشرت کی حیثیت سے، لیکن اگر آپ یہ سمجھ لیں کہ نکاح اس حیثیت سے کہ وہ نکاح ہے اس کا تعلق قلب سے کم ہے اور روح سے زیادہ تو کبھی معترض نہیں ہو سکتے، میرے نزدیک نکاح کی ہیئت اجتماعیہ کی اصلاح ہے، یعنی مرد و عورت کا اسطرح باہم تعلق پیدا کرلینا معنوی حیثیت سے گویا اس بات کا عہد کرلینا ہے کہ وہ دونوں ملکر سوسائٹی کی مدد کرینگے اور جس کا

اولین منظر یہ ہے کہ انہوں نے عقد کے ذریعہ سے دنیا میں پابندی عہد، استواری قول اور ہمدردی ووفا شعاری کی بنیاد قائم کی، اسکے بعد اولاد ہوجانے پر جب نظام تمدن سے زیادہ وسیع تعلقات پیدا ہوجاتے ہیں، تو نکاح کی غایت قریب تر ہوجاتی ہے، کیونکہ اسوقت ہم سوسائٹی کے افراد میں اضافہ کرتے ہیں اور ہمارا فرض یہ ہوتا ہے کہ جن افراد کا اضافہ ہم کریں وہ سوسائٹی کے لیے مفید ومعاون ثابت ہوں اس غرض کو پیش نظر رکھ کر ہم بہترین تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے ہیں اُن کی صحت وتوانائی کا خیال رکھتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ ان کا پیوند بھی اسی طرح مفید ومبارک ثابت ہو جس طرح ہم نے اپنے تعلقات ازدواج کو ثابت کیا۔

آپ ازدواجی زندگی کے تمام منازل کو دیکھیے اور غور کیجیے کہ اسکی کونسی منزل ایسی ہے جس کا تعلق ہیئت اجتماعیہ کی اصلاح سے نہیں ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ایک حد تک ہمارے جذبات قلب بھی اس سے متعلق ہیں اور ہمارے شباب کے داعیات بھی اول اول اسمیں کام کرتے ہیں۔ لیکن یہ تعلق بالکل عارضی ہوتا ہے اور چند دن کے بعد ہم اسکو بھول جاتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جس خاتون سے عقد کیا ہے وہ ایک شریف خاندان کی فرد ہے، یعنی اپنی نسل اور معاشرت کے لحاظ سے اُن میں یہ اہلیت ہے کہ تمدن کو فائدہ پہونچا سکیں، لیکن فطرت نے جو انسان کا امتحان لینے کے لیے بعض اوقات سخت سے سخت ظلم کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے، ان کو بیوہ کر دیا، اس حال میں کہ اپنی متعدد اولاد کی پرورش کرنے کے لیے وہ دنیا میں کس سے امداد کی توقع نہیں رکھتی تھیں۔

یقیناً یہ آزمائش خاتون کی نہ تھی بلکہ سوسائٹی اور اُس کے افراد کی تھی، مگر مجھے معلوم ہے کہ سوسائٹی کی غفلت سے اس کے کتنے افراد تباہ ہو رہے ہیں اور وہ اصل مقصد سے کسقدر دور جا پڑی ہے، اتفاق سے مجھے یہ حالات معلوم ہوئے اور میں نے

کوشش کی کہ کسی طرح اس خاندان کی مدد کروں، بغیر اسکے کہ رشتۂ ازدواج قائم ہو۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ انسان بہت ضعیف الارادہ ہوا کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ میرا یہ جوش کسی وقت کم ہو جائے اور میں اسکو تکمیل کی حد تک نہ پہونچا سکوں اسلیئے اس ارادہ کو زیادہ مستحکم بنانے اور اس امداد کو فرض کی حیثیت دینے کے لیئے میں نے نکاح کر لینا ہی مناسب سمجھا، اور یہ میرا ایمان ہے کہ اگر اسطرح میری کوششیں ایک بیوہ کی اولاد کی تربیت انجام دینے میں حقیقتاً کامیاب ہو گئیں تو میں اپنی زندگی کے ایک نہایت اہم فرض کو پورا کرونگا۔ اور میری روح کو سچی مسرت حاصل ہوگی۔

آپ غور فرمائیے کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو سوسائٹی کے پانچ افراد بالکل بیکار ہو جاتے اور کون کہہ سکتا ہے کہ آیندہ اُن کی اخلاقی حالت کس حد تک خراب ہو جاتی اور پھر اس خرابی کا سلسلہ ہیئت اجتماعیہ کو کسقدر نقصان پہونچاتا، یاد رکھیے کہ اگر آج قوم کا ایک فرد خراب ہو جاتا ہے تو ایک صدی بعد صرف اسی ایک خرابی کی وجہ سے ہزارہا افراد ویسے ہی اور پیدا ہو جاتے ہیں اور پھر اس کا علاج انسانی قوت سے باہر ہو جاتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ یورپ و ایشیا میں متعدد قومیں ایسی ہیں جن کا پیشہ ہی جرم کرنا ہے، آپ جانتے ہیں کہ یہ کیونکر بن گئیں؟ اگر آپ تفتیش اور تحقیق کرینگے تو معلوم ہوگا کہ ان کے عالم وجود میں آنے کا ذمہ دار صرف ایک فرد تھا، جو کسی وقت میں سوسائٹی کی غفلت سے خراب و آوارہ ہو گیا تھا۔

آپ کی سوسائٹی کا کوئی نظام مرتب نہیں، آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ افراد کو کسی ایک رشتہ سے وابستہ رکھیں، آپ کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آپ کے محلہ میں آپ کے خاندان میں کتنی ہستیاں ایسی ہیں جو آہستہ آہستہ برباد ہو کر دنیا میں ہلاکتِ اخلاق کے کتنے مہلک جراثیم پھیلا رہی ہیں اور پھر افسوس کیا جاتا ہے اس امر پر کہ

ہماری قوم ترقی نہیں کرتی۔ آپ نے اپنی آنکھوں پر تو پٹی باندھ لی ہے، اور حیرت کی جاتی ہے۔ اس امر پر کہ ہماری بینائی کیوں کام نہیں دیتی۔

میرے نزدیک جسطرح سوسائٹی کے اور قواعد کا منشا تعاون و امداد ہے اسی طرح نکاح کا منشا بھی یہی ہے اور جو نکاح اس خیال سے ہٹ کر کیا جاتا ہے وہ بالکل لغو و مہمل چیز ہے، اسلیئے اب آپ خود غور کیجیئے، کہ میرا یہ فعل کس حد تک قابل الزام ہے، لیکن خدا کے لیئے جوانی اور جوانی کے فلسفۂ محبت سے الگ ہو کر غور کیجیئے کہ اخلاقیات اور اصلاح معاشرت و تمدن کی دنیا میں اس سے زیادہ ضرر رساں چیز اور کوئی نہیں"

طفیل "اگر یہی خیال تھا تو آپ اپنے خاندان میں شادی کرنے کے بعد بھی اس غرض کو پورا کر سکتے تھے اور میری رائے میں سب سے پہلے آپ کو اسطرف توجہ ہونی چاہیئے تھی"

شہاب "یہ صحیح ہے لیکن افسوس ہے کہ میرا خاندان بہت محدود ہے اور وہاں کوئی صورت ایسی نہ تھی کہ میں اس غرض کو پورا کر سکتا علاوہ اس کے سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اگر میں اس مسئلہ میں ذرا پس و پیش کرتا تو یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل جاتا اور پھر کسے خبر ہے کہ بعد میں کوئی ایسی صورت پیدا ہوتی یا نہ ہوتی اور اگر ہوتی بھی تو میرے خیالات میں کسقدر تغیر ہو جاتا۔

جب آپ دیکھتے ہیں کہ سامنے کسی مکان میں آگ لگ رہی ہے تو فوراً اسکے بجھانے کے لیئے آپ دوڑتے ہیں اور اسوقت یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس قوت و ہمت کو محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ جب کبھی اپنے حلقۂ احباب و اعزا میں کسی کے ہاں آگ لگے، تو اس سے کام لیا جا سکے"

طفیل "اگر اجازت ہو تو میں دریافت کروں کہ آپ نے اختر کی محبت کو کیوں رد کر دیا

جب کہ آپ اسے قبول کر کے سوسائٹی کے ایک نہایت اچھے فرد کو ہلاکت سے بچا سکتے تھے۔"

شہاب "میں اختر سے نکاح کرنے کے بعد بھی کسی مفید نتیجہ پر نہیں پہونچ سکتا تھا کیونکہ میری انکی ازدواجی زندگی کا تعلق بر بنائے محبت ہوتا - اور چند دن بعد جب محبت ختم ہوجاتی تو اسی کے ساتھ وہ توقعات بھی مردہ ہوجاتیں جو محبت کے ساتھ پیدا ہوئی تھیں اور وہی خشونت شروع ہوجاتی، جو اسطرح کے نکاح کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہیں، اور اس خشونت سے جو خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں ان کے اثرات بہت ہی زیادہ مہلک ہوتے ہیں - علاوہ اسکے چونکہ میں نسلی خرابیوں کا بھی قائل ہوں اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ناقابل علاج افراد جسقدر جلد ممکن ہو فنا کر دیئے جائیں اسلیئے اختر کے معاملہ میں کہ وہاں نسلی خرابی بھی موجود تھی اور اس خرابی کا علاج بھی میری رائے میں ناممکن تھا - میری خواہش یہی تھی کہ کسی طرح جلد وہ اپنی زندگی کو ختم کر دیں تو اچھا ہے اور میں نے اس امر کی کوشش بھی کی کہ اسمیں کامیاب ہوجاؤں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اختر اپنی فطرت کے لحاظ سے عجیب و غریب چیز ہے اور میری ظالمانہ کوششیں اگر اسطرح کامیاب نہیں ہوئیں تو دوسری طرح وہ ضرور بار آور ثابت ہوئیں اور مجھے اب یہ معلوم کر کے کسقدر مسرت ہے کہ انھوں نے اپنے مشاغل حیات میں غیر معمولی تغیر پیدا کر لیا ہے - اور اپنے تمام کاروبار کو ہمیشہ کے لیئے ترک کر کے متاہلانہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔

اگر ان کی حالت چند دن تک یہی رہی تو آپ دیکھ لیں گے کہ ان کا یہ رہا سہا سوگ کس رنگ میں انہیں دنیا کے سامنے پیش کریگا! اور وہ وقت یقیناً ایسا ہوگا کہ میں خود تمنا کرونگا ان سے شادی کی، لیکن اپنی تمنا ان تک نہ پہونچا سکونگا - کیونکہ وہ میری تمناؤں کی دنیا سے بہت بلند ہونگی اور ان کا وجود، ایک آسمانی ہستی کی طرح بغیر اسکے

کہ نظر آئے اور پھر بھی بارش نہ ہو تو کیا کریگا۔“

طفیل ”کیا آپ بالتعداد ازدواج کے قائل ہیں؟“

شہاب ”میں اسے ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ اگر ان اصول کو پیش نظر رکھ کر نکاح کیا جائے، جن کو میں نے ابھی عرض کیا تو وہ خلیش کبھی پیدا نہیں ہو سکتیں جنکی بنا پر تعداد ازدواج کی خرابیاں بیان کی جاتی ہیں۔“

طفیل ”مگر آپ اسقدر بلند سطح پر ہیں کہ وہاں ہر عورت آپ کا ساتھ نہیں دے سکتی اور اس کے لیئے بڑی تعلیم کی ضرورت ہے۔“

شہاب ”بڑی تعلیم کی نہیں بلکہ چھوٹی تعلیم کی ضرورت ہے، آپ جسے بڑی تعلیم کہتے ہیں وہ ترقی کے لیئے بڑی روک ہے۔ کیونکہ عورت صرف ہماری منزلی زندگی کو مسرور بنانے کے لیئے پیدا ہوئی ہے اور اسلیئے اس کے خیالات کو کسی اور طرف مائل ہونا ہی نہ چاہیئے۔ نسوانی تعلیم کی زیادتی نے یورپ کو جسقدر بے چین کر رکھا ہے اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے اور اب ہندوستان بھی اسی کے قدم بقدم چلنا چاہتا ہے اسواسس کا نتیجہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، یورپ میں تو خیر عورت باہر نکل کر اور علوم جدیدہ کی تکمیل کر کے کچھ نہ کچھ قوم کے ذہنیات میں بلندی پیدا کرتی ہے، لیکن ہندوستان کی عورت پڑھ لکھ کر فسانہ نگاری اور غزل گوئی کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکتی، آپ کے سامنے اس میلان کی تمام خرابیاں موجود نہیں ہیں، لیکن مجھے معلوم ہے کہ یہاں کو لنا جذبہ کام کر رہا ہے اور اس کا اثر ہماری نسلوں پر کتنا خراب پڑنے والا ہے، ابھی تو خیر اتنی حیا باقی ہے کہ بعض بعض عورتیں اپنی غزل گوئی کو ”عشق حقیقی“ کے پردہ میں پیش کرتی ہیں۔ حالانکہ میری سمجھ میں آج تک نہیں آیا کہ یہ عشق حقیقی کیا بلا ہے اور اگر ہو بھی تو پوچھیئے کہ آپ کو عشق حقیقی کرنے کی کیا ایسی شدید ضرورت لاحق ہوئی۔

کہ اس کا اعلان رسائل و جرائد میں ہو رہا ہے۔ ہمیں تو صرف ایسی عورتوں اور ایسی ماؤں کی ضرورت ہے جو تدبیر منزل کی صحیح معنی میں ذمہ دار ہوں۔ اور بچوں کی پرورش ایک بلند معیار پر کر سکیں ہم کو ایسی عورتوں کی حاجت نہیں جو عشق حقیقی میں مصروف رہکر اچھے خاصے مکان کو خانقاہ بنا دیں اور عین اسوقت جب کہ ہمکو حیات منزلی میں ان سے مدد لینے کی ضرورت ہو، یہ اطلاع ملے کہ وہ گوشہ میں بیٹھی ہوئی عشق حقیقی پر غزل لکھ رہی ہیں۔

علاوہ اسکے ہمیں یوں بھی عشق حقیقی کی حقیقت معلوم ہے کسی مجلس سماع میں ایک صوفی یا کوئی کرتا ہوا قوال کے لڑکے کا منہ چوم کر "وحدت وجود" کی سپر میں پناہ لے سکتا ہے، لیکن اگر گھر کی عورتوں نے بھی کہیں اس "من ادم توئی" پر عمل شروع کر دیا تو پھر آپ کیا کیجئے گا؟"

(۱۹)

ان واقعات کو دو سال کا زمانہ گزر گیا ہے اور محمود جو اپنی بیوی کے ساتھ صحیح معنی میں مسرت و لطف کی زندگی بسر کرنے کے مفہوم سے آگاہ ہو چکا ہے، متاہلانہ حیات کی معصوم کشاکش میں مصروف ہے، شہاب اس خاندان کی تربیت و تعلیم کے ابتدائی منازل سے گزر گیا ہے جسکی ادا اسنے اپنے اوپر نکاح کے ذریعہ سے فرض قرار دے لی تھی، اور اختر پردہ نشین ہو کر حدود عفت و عصمت کے ساتھ اس زنانہ مدرسہ کو چلا رہی ہے جسے اسنے اپنا تمام مال و اسباب بیچ کر اپنے وطن میں جاری کیا ہے اور جہاں تعلیم سے زیادہ تربیت اخلاق کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

طفیل نے آخری مرتبہ بمبئی کی ایک مشہور رقاصہ سے تعلق پیدا کر کے اسکو بھی تباہ و برباد کر دیا ہے، لیکن ابھی تک اس سے تعلق قائم ہے، کیونکہ چند قطرے خون کے ابھی اسمیں اور باقی ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ اب وہ ان کے حصول کے لیے کس قسم کا نشتر استعمال کیا جا رہا ہے۔

نیاز فتح پوری

علمی وادبی رسالہ

جو

مولانا نیاز فتحپوری کی ادارت میں ۱۹۲۲ء سے جاری ہے اور جو مقالات علمیہ، معلومات عامہ اور انشاء عالیہ کے ایسے پاکیزہ نمونے پیش کرتا ہے کہ کسی دوسرے رسالہ میں نظر نہیں آسکتے۔

نگار میں بہ سلسلۂ استفسارات ایسے ایسے اہم علمی و تاریخی مسائل پر بحث ہوتی ہے کہ اگر اس وقت تک کے تمام استفسارات و جوابات کو یکجا کر دیا جائے تو اچھی خاصی انسائیکلوپیڈیا طیار ہو سکتی ہے،

وقت کی پابندی اور ہر وقت ترقی کی طرف قدم بڑھاتا جانا اس رسالہ کا شعار ہے۔ ضخامت کے لحاظ سے بھی اس وقت کوئی ماہوار رسالہ اسکا نظیر نہیں۔ تقطیع بڑی تعداد صفحات ۹۶۔ سالانہ چندہ علاوہ محصول کے پانچ روپیہ۔ نمونہ کے لیے ۸؍ کے ٹکٹ بھیجیے یا ۱۱؍ کا وی پی کرنے کی اجازت دیجیے۔

منیجر نگار بھوپال

باغ عجیب۔ تین حصوں میں مع تصاویر
بچوں کے لیئے اخلاقی سبق دلچسپ نقشوں
کی صورت میں نہایت دلچسپ کتاب ہے
قیمت حسب ترتیب ۸/ ۹/ ۱۰/ [illegible]

ہدیۃ الزوجین۔ نکاح سے پہلے اور نکاح کے
بعد ہر مرد و عورت کے لیئے اس کا مطالعہ
نہایت ضروری ہے۔ ۸/

ذکر مبارک۔ سیرت نبوی کے متعلق بے
مثل کتاب ہے ۵/

خلافت راشدہ۔ اس کا موضوع نام
سے ظاہر ہے بچوں کے لیئے اس سے بہتر
کتاب اس موضوع پر نہیں مل سکتی۔

سلک مروارید۔ اکابر اسلام کے دلچسپ
تاریخی واقعات چار حصوں میں ۱۲/ [illegible]
۸/ ۵/

گل و ریحان۔ بچوں کے لیئے نہایت دلچسپ
اور مفید کہانیاں ۸/

سیاحت سلطانی۔ بیگم صاحبہ بھوپال
کے سفر یورپ کے نہایت دلچسپ حالات
حصہ اول عہ/ حصہ دوم عہ/

فرائض النساء۔ فرائض خانہ داری پر
بے مثل کتاب عہ/

عجائبات قدرت۔ سائنس کے مسائل
نہایت آسان زبان میں بچوں کے لیئے ۸/

جواہر پر عطر ہے۔ اونی اور ریشمی کپڑوں
کے داغ اور دھبے دور کرنے اور [illegible]
کی ترکیبیں، صنعت و حرفت کے اور بہت
سے مجرب نسخے ۱۲/

[illegible]۔ [illegible] اور [illegible]
کی ترکیبیں مع متعدد تصاویر کے۔ حصہ
اول عہ/ حصہ دوم عہ/

سیر یورپ۔ ہر ہائینس نواب بیگم صاحبہ
کا بے مثل سفر نامہ یورپ مع متعدد تصاویر
کے۔ عہ/

بیگمات بھوپال۔ قیمت مع محصول ڈاک
مجلد [illegible]

مکاتیب۔ نواب محسن الملک اور
نواب وقار الملک کے پرائیویٹ خطوط
کا مجموعہ ہے۔ عہ/

روح نظیر۔ نظیر اکبر آبادی کے کلیات کا
بہترین انتخاب مع ایک لطیف مقدمہ کے از قلم
[illegible] اکبر آبادی بی اے ۱۲/

مینیجر نگار بھوپال

حضرت نیاز کی دیگر تصانیف

صحابیات - اگر آپ اپنی خواتین کو صحیح اخلاقی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو مولانا نیاز فتح پوری کی یہ کتاب آپ منگائیے جسمیں عہد سعادت کی ۵۰ خواتین کے حالات مستند روایات کی بنا پر درج کیے گئے ہیں

کتابت و طباعت نہایت دلکش سرورق رنگین قیمت عہ علاوہ محصول

نگارستان - حضرت نیاز کے ان ادبی مضامین کا مجموعہ جو اس سے قبل مختلف رسائل میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں اگر انشاء لطیف کا صحیح رنگ اور خیالات کی پاکیزگی و بلندی کے پاکیزہ ترین مثالیں دیکھنا ہیں تو ہم سے یہ مجموعہ طلب کیجیے اگر پسند نہ ہو تو ایک ہفتہ کے اندر واپس کر دیجیے، قیمت واپس مل جائیگی - قیمت علاوہ محصول عہ/

گہوارۂ تمدن - اردو میں اپنے موضوع کے لحاظ سے پہلی کتاب جسمیں تاریخ آثار قدیمہ، اساطیر الاولین اور قدیم مذہبی روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ تمدن کی ترقی صرف عورت کی ممنون ہے مملکت نظام اور الہ آباد یونیورسٹی میں سلسلۂ کتب انعامی منظور ہو چکی ہے - مصنفہ مولانا نیاز فتحپوری قیمت عہ/

منیجر نگار بھوپال